أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

ترتیب اوقات سالانہ جشن دستور و معمار تقدیر ایام

التنویر بذکر الامیر الکبیر

مع

معمولات اہل صفاء

از

جناب مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری
صدر انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر سرینگر
مہتمم حنفیہ عربی کالج نور باغ سرینگر

نیو کشمیر پریس سرینگر

ہدیہ دس روپیہ

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

سید السادات سالار عجم — دست او معمار تقدیر امم

التنویر بذکر الامیر الکبیر

مع

معمولات اہل صفا

از

جناب مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری
صدر انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر
مہتمم حنفیہ عربی کالج نورباغ
سرینگر

نیو کشمیر پریس سرینگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اما بعد

ہم پھر ایک بار اپنا نذرانۂ عقیدت یعنی رسالۂ

المنور بذکر الامیر الکبیر

آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں
گر قبول افتد زہے عز و شرف

(مؤلف کتاب)

ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ

کتابت : ع-ح-جاوید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ عُلَمَاءِ شَرِیْعَتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ طَرِیْقَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

مؤلف رسالہ " اَلتَّاثِیْر بِذِکْرِ الْاَمِیْرِ الْکَبِیْر "

کی ضروری گذارش۔

کہ یہ حقیقت بجائے خود مسلّم ہے کہ علماء دین اور پیروان شرح متین کے دو عظیم گروہ ہیں، گو کہ دونوں کا مقصد اسی آفتاب نبوّت اور مہتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور مقدس تعلیمات پر عمل کرنا ہے اور یہ کہ ان دونوں جماعتوں میں کسی قسم کا تضاد اور دوئی نہیں ہے۔ ہاں دونوں جماعتوں کے درمیان فرقِ اعتباری ضرور ہے، کہ ان دو گروہوں میں سے پہلا گروہ ان علماءِ اسلام اور اہلِ قال کا ہے جن کی ذمہ داری بس اتنی ہے کہ وہ بالغ نظر اور کاملین علم سے کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کرے خود اس علم کو زادِ راہِ آخرت بنائیں،

اور دوسرے بندگانِ خدا کو بھی اسی کتاب و سُنت اور ان کے لوازم و توابع کی طرف ٹھیک رہنمائی کریں۔

علمائے اسلام کا دوسرا گروہ اُن عُرفا، اہلِ حال اور اربابِ زہد و تقویٰ کا ہے جن کا منتہائے مقصد اصلاحِ باطن، تزکیہ اخلاق، روحانی عزت و ارجمندی، نرمی و تواضع اور خدمتِ خلق اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ان دو گروہوں میں سے پہلا گروہ جس طرح زیادہ تر کثرتِ علم و تحقیق پر فخر و مباہات کرتا ہے۔ اسی طرح دوسرا گروہ یعنی اہلِ حال، حضرات صوفیہ و مشائخ عظام رحمہم اللہ زہد و تقویٰ و پرہیزگاری، روحانی برتری و پاکیزگی اور فکرِ آخرت کی طرف زیادہ توجہ اور التفات کرتے ہیں۔ اور اگر آپ خیر القرآن کے بعد کے حالات پر غور فرمائیں گے تو دنیا کے چپّہ چپّہ اور گوشہ گوشہ میں دینِ اسلام کس طرح پھیلا اور بندگانِ خدا تک کس طرح یہ دین پہنچا، تو آپ حضرات صوفیہ اور اہلِ حال ہی کو تبلیغی میدان کے شہسوار پائیں گے اور انہی پاکبازانِ فطرت نے علمائے اسلام کی تبلیغ اور مجاہدوں کے جہاد کے لئے میدانِ تبلیغ ہموار کیا۔

کیوں کہ عام طور پر یہ خود غرضی نفسِ امّارہ کی غلط خواہشات، طمع و آز، جنگ و جدال اور تنگ ذہنی و تنگ نظری سے پاک ہوتے ہیں۔ اس لئے عوام اُن کی بے طمعی دیکھ کر ان کے اخلاص

وایثار پر قربان ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ یہ بات ذہن نشین رکھیے کہ شریعت وطریقت اور حقیقت کے درمیان کسی قسم کا تضاد یا اختلاف نہیں بلکہ یہ تحقیق اشیاء اور اصولِ حق تک ترتیبی اور تدریجی مدارج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر اولیاءؒ اور اعاظم علمائے شریعت وطریقت، علم ومعرفت ہیں جامع تھے اور اب بھی اس گئے گذرے اور دورِ پُر فتن میں بحمداللہ علمائے شرع اور اربابِ حال کی کوئی کمی نہیں ہے بلکہ سب کے سب دینِ حق کی خدمت اپنی طاقت واستطاعت کے مطابق انجام دیتے ہیں۔

مگر اس بات کا سخت افسوس ہے کہ اہلِ دل" اہلِ حال اور اصحابِ معرفت کا وہ گروہ بہت کم نظر آتا ہے جن کی صفت اور شان یہ بتائی گئی تھی کہ جن کے پُر انوار چہروں پر نظر پڑتے ہی خدا تعالیٰ یاد آ جائے اور جن کی ایک نظرِ رحمت سے دل کا زنگار، سینہ کا کینہ، غرور وپندار کا مہلک اثر دور ہو جائے۔ اور بلاشک اس دور میں اگر کمی ہے تو وہ صرف عباد اللہ اور عباد الرحمٰن کی ہے کہ جن کی ایک نگاہ سے چور بھی توبہ اور انابت الی اللہ کر کے ابدالوں کی صف میں بیٹھ جاتا تھا ـــ یہ آج کا رونا نہیں بلکہ حضرت سید علی ہجویری قدس سرہٗ نے صدہا سال پیشتر اپنی شہرۂ آفاق کتاب "کشف المحجوب" میں فرمایا ہے کہ اب اس علم تصوف

وسلوک کا نام ہی نام رہ گیا ہے۔ "فَمَاذَا تَبْتَغِي الْآنَ أَيُّهَا الْمُجَادِلُ" کہ اب آپ اس زمانہ میں کیا چاہتے ہیں جب کہ اخوان الصفا اور اہلِ معرفت یک ہیک واصل بحق ہوئے۔ تو دوسری طرف اِن کے بعد اُن کے معاندو مخالف اتنے سخت اور زیادہ پیدا ہو گئے کہ جو موجودہ دور کے ناواقف مسلمانوں کو اُن کی تعلیمات و ارشادات اور اُن کے آثار و اطوار کے پڑھنے پڑھانے اور اُن کے علم و عادات اختیار کرنے سے نہ صرف مانع ہیں بلکہ بندگانِ خدا کو اُلٹا اُن سے بدگمان ہی بناتے ہیں، اور علم سلوک و تصوف اور غزالی و رُومی کے ہیچ قسم کی کتابوں سے خود بھی دور اور دوسروں کو بھی اُن سے متنفر بنا دیتے ہیں۔ اب تو ہمارے علم کی حالت یہ رہ گئی ہے، کہ ؎

پڑھ پڑھ کے پتھر، لکھ لکھ چور
جس علم سے خدا ملے وہ پڑھنا ہے کچھ اور

یہی وجہ ہے کہ علماءِ ظاہر کی کثرت کے باوجود مجموعی طور پر ہمارے اخلاق و عادات، ہماری تہذیب و معاشرہ، ہمارا ظاہر و باطن، ہمارے قول و فعل، ہمارا حال و قال اور ہمارے تقویٰ اور خشیتِ الٰہی پر نظر ڈالیے، تو ہم شریعت اور معرفت و طریقت سے کوسوں دور ہیں۔ روحانی لحاظ سے ہم خود مریض اور سخت بیمار ہیں مگر بدقسمتی سے اپنے امراض سے بے خبر محض ہو کر معالج اور

ڈاکٹر بن بیٹھتے ہیں۔ ” کہ خود گم ہست کہ را رہبری کند “

اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دینی علوم کو معرفت الٰہی اور ربانی شناسائی کے لئے نہیں پڑھا، بلکہ ہم نے اپنے وعظ و درس اپنی تبلیغ و نصیحت، استحصالِ زر اور اقتدار، اور فتنہ و فساد کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ صد افسوس! کہ ہم کم علم ہونے کے باوجود اور زمانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری اور معنوی دوری کے ہوتے ہوئے یارانِ نبی پر جرح و قدح اور سلف صالحین پر ردّ و تنقید، اور ان کے ساتھ برابری اور خودسری کا دروازہ کھول کر ضَلُّوا فَاَضَلُّوا کے مصداق بن گئے۔ اسی لئے حضرت پیر رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعا کی تھی کہ ؎

از خدا جوئیم توفیق ادب | بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد | بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

باور نداری، تو آج اسلامی ملکوں میں جو شدت و افتراق ہے، اس کے باعث بھی کچھ علماءِ دین ہی ہیں کہ جنہوں نے علم دین کا مقصد حصولِ دنیا قرار دیا۔ گو سب ایسے نہیں ہیں، اب بھی ماشاء اللہ بہت سے لوگ دینِ حق کی خدمت کرتے ہیں۔ مگر مثل مشہور ہے۔ ؎

چوں از قومی یکی بے دانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

بہر حال جہاں عصرِ حاضر میں ایک جماعت یورپ کی عینک آنکھوں میں لگا کر سلف صالحین کی عظمت و رفعت گرانے کے درپے ہے، اور اسلام کو مادی طور و طریقہ کے مطابق پیش کرنے پر تلی ہوئی نظر آتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہوئی جو نہ صرف سلف صالحین، بزرگانِ دین، اولیاء اللہ، ائمہ مجتہدین اور اُن کے آثار طیبہ مبارکہ قدسیہ کی طرف دعوت دیتی ہے؛ بلکہ وہ ان کی طرف حتی الامکان ذبّ و دماغ بھی کرتی ہے ــــ یہ جماعت خاص طور پر ہند و پاک اور کشمیر میں مبارک فریضہ انجام دیتی ہے ریاست جموں و کشمیر میں خصوصیّت کے ساتھ یہ اہم فریضہ انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر مدت مدیدہ سے نہایت خلوص کے ساتھ تقریر و تحریر اور تبلیغ و تنظیم کے ذریعہ انجام دے رہی ہے چنانچہ انجمن تبلیغ الاسلام کے دار المولفین نے اب تک ماہنامہ "التبلیغ" (الاعتقاد) اور اخبار "حنفی" کے علاوہ درجن ہا چھوٹی بڑی کتابیں عوام مسلمین کی خدمت میں پیش کیں۔

اس سلسلہ میں ہماری زیرِ تالیف کتاب مصنفہ حضرت امام ربانی میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذخیرۃ الملوک کا ترجمہ و شرح تخریج احادیث کی خدمت قابلِ ذکر ہے۔ مذکورہ کتاب کے تین باب ہدیۂ قارئین کرام پیش کئے جا چکے ہیں اور اس وقت اسی پُرشکوہ کتاب کا چوتھا اور پانچواں باب زیرِ کتابت

ہیں۔ چند مالی مشکلات کی وجہ سے ہم وہ بر وقت اہلِ عقیدہ کی خدمت میں پیش کرنے سے معذور رہے جس کا ہمیں انتہائی دکھ اور افسوس ہے۔

اس سلسلہ میں محترم و مکرم جناب غلام احمد صاحب زہرہ آف خانقاہِ معلّٰی نے حضرت میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالاتِ طیّبات لکھنے کا حکم دیا، میں نے جواباً انہیں عرض کیا کہ یہ خدمت میں نے چند سال پیشتر انجام دی ہے کہ اسی موضوع پر ایک رسالہ لکھا، جس کا نام "التاثیر فی حالاتِ الامیر الکبیر" ہے۔ اور حضرت میر سیّد علی ہمدانی قدس سرّہ کی کتاب "منہاجُ العارفین" کا ترجمہ بھی مومنین شائع کیا ہے۔ جناب زہرہ صاحب نے فرمایا: کہ چاہئے آپ التاثیر فی حالاتِ الامیر الکبیر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور ایڈیشن شائع کیجئے۔ میں نے تعمیلِ حکم میں دوبارہ پھر رسالہ التاثیر فی حالات امیر کبیر ہدیۂ قارئین بانمکین پیش کیا۔

اور آج پھر ایک بار عقیدتمندوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسی رسالہ "التاثیر فی حالاتِ الامیر الکبیر" جدید ایڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کی برکت سے پھر ہمارے دل و دماغ کو نور سے منوّر کرے۔ "آمین یا ربّ العالمین۔"

"ہاں! (حسبِ سابق) رسالہ میں ایک "مقدمہ" کا اضافہ ہے۔ اس سے راقم کا مقصد کیا ہے تو اس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ رمز شناس حضرات خود اس اضافہ کا مقصد اچھی طرح سمجھ لیں گے۔"

"وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔"

مقدمہ

یہ بات ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح شریعت مطہرہ نے بہت سے جلیل القدر اور رفیق المراتب بہت سے علماء اور ائمہ دین پیدا کئے اور پھر ان میں سے حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ رضؓ، حضرت امام مالک رحؒ، حضرت امام شافعی رحؒ، حضرت امام احمد بن حنبل رحؒ، حضرت امام سفیان ثوریؒ علمی دنیا اور تفقہ فی الدین میں آفتاب عالمتاب کی طرح چمکتے ہیں۔ پھر حضرت امام ابو حنیفہ رضؓ فقہ و شریعت میں تمام علماء کے سر چشمہ ہیں۔ اسی طرح طریقت اور روحانیت میں بھی ہزاروں اولیاء اور بے شمار صوفیہ حصۂ شہود میں آگئے۔ تو اسی طرح ان میں بھی پانچ حضرات روحانیت کے آفاق پر جلوہ فگن ہوئے جیسے سیّدنا قطب ربانی فیض صمدانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت خواجۂ خواجگان بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحؒ، حضرت ولایت پناہ طاہر لاہوتی رحؒ، حضرت خواجہ معین الدین سنجری و چشتی رحؒ، حضرت امام ربانی مبلغ حقانی امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحؒ، حضرت امام الطریقہ

شہاب الدین سہروردی "قدس اللہ اسرارھم یہ سلاسل مبارکہ اور سلاسل شریفہ اور وہ جو ان پانچ مبارک سلسلوں سے متفرع اور پھوٹے ہوئے ہیں۔ یہ سب سلاسل طریقت اور ان کی نسبت بھی بالذات یا بالتبع حضرت امام ابوحنیفہؒ یا آپ کے نامور شاگردوں میں سے کسی نامور شاگرد تک متصل اور منتہی ہو جاتی ہے۔ پس جس طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ شریعت کے مجتہد اعظم ہیں تو اسی طرح آپ طریقت و ولایت کے بھی امام اقدم ہیں۔ " ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ "۔ آیئے! اس اجمال کی تفصیل درج ذیل پانچ سلاسل عالیہ کے شجروں میں ملاحظہ فرمایئے، کہ داشتہ بکار آید۔" اور ہم آپ کو یہ بھی بتانا چاہتے ہیں باقی تمام مسلّمہ سلاسل انہی سلاسل عالیہ سے ملتے اور سیراب ہوتے ہیں۔

—٥—

نمبر ۱۔ شجرہ قادریہؒ

جو محبوب سبحانی حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے، ملاحظہ ہو۔ آیئے! اس شجرۂ عالیہ کے کچھ فوقانی مشایخ ملاحظہ فرمایئے۔

آفتابِ علم و عرفان شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ
شاگرد حضرت امام محمد[۱] بن حسن شیبانیؒ

۱

شیخ السمٰوات والارضین حضرت
سیدنا و مولانا ابو محمد الشیخ سید
عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت شیخ سری بن المفلس السقطی رحمۃ اللہ علیہ۔
۳۔ حضرت جنید بغدادیؒ۔ ۴۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہٗ
۵۔ حضرت شیخ عبد الواحد تمیمیؒ۔ ۶۔ حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسیؒ۔
۷۔ حضرت شیخ ابو الحسن ہنکاریؒ۔ ۸۔ حضرت شیخ ابو سعید مبارکؒ۔
۹۔ حضرت شیخ احمد وباسؒ ۱۰۔ (زادہم)۔ ۱۱۔ شیخ سیف الدین عبد الوہابؒ
۱۲۔ حضرت شیخ شرف الدین عیسیٰؒ ۱۳۔ حضرت شیخ شمس الدین عبد العزیزؒ
۱۴۔ شیخ سراج الدین عبد الجبارؒ ۱۵۔ شیخ تاج الدین ابوبکر الرزاقؒ۔

۱؎ امام محمد بن حسن شیبانیؒ حضرت امام ابو حنیفہ رضؓ کے شہرۂ آفاق شاگرد اور مجتہد فی المذہب ہیں۔

۱۶- شیخ ابو اسحٰق ابراہیم" ۱۷- شیخ ابو الفضل محمد"۔
۱۸- شیخ عبد الرحمٰن عبد اللہ" ۱۹- شیخ ابو زکریا"۔
۲۰- شیخ ابو نصر موسیٰ" ۲۱- شیخ ابو علی بن بہتی"۔
۲۲- شیخ ابو عمرو حریفی" ۲۳- شیخ ابو سعید قیلوی"۔
۲۴- شیخ قضیب الدین موصلی"۔ ۲۵- شیخ احمد بن مبارک"۔
۲۶- شیخ صدقہ"۔ ۲۷- شیخ تبائی بن مطلوب"۔
۲۸- شیخ الاوانی المعروف بابن القائد"۔ ۲۹- شیخ ابو مسعود بن شبلی"۔
۳۰- شیخ ابو عمرو قریشی" ۳۱- شیخ موفق الدین المقدسی"۔
۳۲- شیخ محمد بن احمد الجونی"۔ ۳۳- شیخ بہاؤ الدین بن عربی"۔
۳۴- شیخ ابو تدین متولی"۔ ۳۵- شیخ صدر الدین محمد بن اسحٰق قونوی"۔
۳۶- امام عبد اللہ السعید شافعی"، ۳۷- شیخ عبد القادر ثانی"
۳۸- شیخ عبد اللہ بہشتی"، ۳۹- شیخ میر محمد المشہور بہ عیال میر"

غرض اس شجرۂ مبارک کے فوقانی مشائخ لکھنے سے یہ ہے کہ سلسلۂ قادریہ کا منبع اور سرچشمہ حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ شاگرد حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، جو شاگردِ خاص حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہیں

شجرہ نمبر ۲ ۔ ملاحظہ ہو کہ

سلسلہ شریفہ حضرت خواجگان
خواجہ بزرگوار حضرت بہاؤ الملتہ والدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ

۱۔ شیخ الطرز حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ اللہ عزیزہ
۲۔ شیخ حضرت ابو الحسن خرقانی رح ، ۳۔ حضرت شیخ ابو علی رودباری رح
۴۔ حضرت شیخ علی کاتب رح ، ۵۔ شیخ عثمان مغربی رح ، ۶۔ شیخ
ابو القاسم گرگانی رح ، ۷۔ شیخ ابو علی فارمدی رح ، ۸۔ خواجہ یوسف بن علی
ہمدانی رح ، ۹۔ خواجہ حسن انداقی رح ، ۱۰۔ خواجہ احمد یسوی رح ، ۱۱۔ خواجہ
عبد الخالق غجدوانی رح ، ۱۲۔ حضرت خواجہ عارف ریوگری رح ، ۱۳۔ خواجہ محمود الخیر
فغنوی رح ، ۱۴۔ خواجہ علی رامیتنی رح ، ۱۵۔ حضرت خواجہ محمد باباسماسی رح
۱۶۔ حضرت سید میر کلال قدس سرہٗ ،

۱۷
حضرت خواجہ
خواجگان بہاؤ الملت والدین نقشبند
بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ حضرت خواجہ محمد رح ۱۹۔ خواجہ ابو نصر پارسا رح
۲۰۔ خواجہ علاء الدین بن عطار رح ، ۲۱۔ مولانا یعقوب چرخی رح
۲۲۔ حضرت خواجہ عبد اللہ ، ۲۳۔ حضرت مولانا نظام الدین رح
۲۴۔ مولانا سعد الدین کاشغری رح ، ۲۵۔ مولانا عبد الرحمن جامی رح

۲۶۔ مولانا عبد الغفور لاری"۔ ۲۷۔ حضرت خواجہ الشہیار"۔
۲۸۔ خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ دہیدی"۔ ۲۹۔ خواجہ ہاشم
صالح دہیدی" (رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔

آپ نقشہ بالا یعنی، نقشۂ خواجگان میں اس بات کا خیال رکھیں کہ اس شجرۂ مبارکہ کے مشہور پیر طریقت ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ علیہ، شجرہ قادریہ کے شیخ طریقت نمبر ۳۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے دو واسطوں سے ملتے ہیں۔ اس طرح یہ مقدس شجرہ بھی بذریعہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رح شجرۂ قادریہ میں ختم اور مدغم ہو جاتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ شجرہ بھی آخر کار حضرت معروف کرخی شاگرد حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رح سے جا ملتا ہے۔

اب ہم آپ کے سامنے سلسلہ چشتیہ کا نقشہ مبارکہ بہ پیش خدمت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو!

شجرۂ نمبر ۳

حضرت خواجہ عبدالواحد زید قدس سرہٗ

۲۔ حضرت فیض بن عباس"، ۳۔ حضرت سلطان ابن ادھم"۔
۴۔ حضرت خذیفہ مرعشی"، ۵۔ حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رح۔
۶۔ خواجہ علوی دینوری"، ۷۔ خواجہ ابواسحٰق شامی رح۔

۸- خواجہ احمد ابدال چشتی رحمہ اللہ، ۹- خواجہ محمد بن چشتی رحمہ اللہ، ۱۰- خواجہ یوسف بن سمعانی رحمہ اللہ، ۱۱- خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ، ۱۲- حضرت خواجہ عبد السبحان رحمہ اللہ، ۱۳- خواجہ احمد بن مودود چشتی رحمہ اللہ- ۱۴- خواجہ حاجی شریف زندنی رحمہ اللہ، ۱۵- خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ

۱۶

حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی رحمہ اللہ مبلغ دینِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

۱۷- شیخ احمد اللہ صوفی رحمہ اللہ، ۱۸- شیخ سعدی نانوی رحمہ اللہ، ۱۹- خواجہ قطب الدین اوسی کاکی رحمہ اللہ، ۲۰- شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ، ۲۱- حضرت شیخ نظام الدین اولیاء، ۲۲- حضرت امیر خسرو دہلوی ۲۳- حضرت شیخ نصر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ ۲۴- حضرت شیخ برہان الدین غریب رحمہ اللہ، ۲۵- حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی- ۲۶- حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمہ اللہ (رحمہم اللہ اجمعین)۔

اب آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ شجرۂ متبرکہ چشتیہ کا پہلا شیخ الطریقت حضرت خواجہ عبد الواحد زید رحمہ اللہ ہیں۔ یہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بااختصاص اور شاگرد رشید حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ اسی طرح یہ شجرہ بھی علمی نقطہ نظر سے شجرۂ

قادریہ کے پہلے یہ طریقت حضرت امام کرخی پر منتہی ہوتا ہے، اور یہ سلسلہ بھی علم شریعت کے لحاظ سے حضرت معروف کرخی کے استاد اعلیٰ حضرت امام ابو حنیفہ رضؓ سے مل کر شجرۂ قادریہ سے قریب تر ہو جاتی ہے۔

چلئے! اب ہم آپ کو امام ربانی مبلغ حقانی حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ کے شجرۂ مقدس سے متعارف کرتے ہیں۔ اور واضح رہے کہ یہ سلسلہ رفیعہ حضرت ابو الجناب شیخ نجم الدین کبریٰ ؒ کی طرف سے منسوب ہے :- ملاحظہ ہو!

شجرہ نمبر ۲

حضرت شیخ ابوبکر بن عبد اللہ منساج علیہ رحمۃ اللہ

(۱)۔ شیخ عمار یاسر ؒ، (۲)۔ شیخ احمد غزالی ؒ، (۳)۔ ابو النجیب سہروردی ؒ، (۴)۔ شیخ عمار یاسر ؒ، (۵) حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ ؒ، (۶) شیخ بہاؤ الدین بغدادی ؒ، (۷)۔ شیخ سعد الدین حموی ؒ، (۸)۔ شیخ سیف الدین ماخوری ؒ، (۹) شیخ نجم الدین رازی ؒ، (۱۰) شیخ رضی الدین علی لالا ؒ، (۱۱) شیخ جمال الدین خرقانی، (۱۲) شیخ نور الدین عبد الرحمان اسفرایتی کسرقی ؒ، (۱۳) شیخ رکن الدین علاؤ الدین الدولہ سمنانی ؒ (۱۴) شیخ نجم الدین مدالا: کانی ؒ، (۱۵) شیخ محمود مزدقانی ؒ،

(۱۶) امام ربانی الملقب بہ علی ثانی حضرت میر سید علی ہمدانی ؒ (مبلغ کشمیر جنکی تبلیغ سے کشمیر میں نور پھیلا)

(۱۷) شیخ بہاؤ الدین ولد، (۱۸) مولانا جلال الدین رومی،
(۱۹) حسام الدین جلبی، (۲۰) شیخ سلطان، (۲۱) شیخ
احمد اسود دینوری (رحمہم اللہ اجمعین)

—٥—

اس مقام پر بھی یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ سلسلہ مقدسہ سہروردیہ بھی اپنے تیسرے شیخ طریقت حضرت شیخ ابوالنجیب رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے سلسلۂ قادریہ کے عقد جید جناب حضرت محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتے ہیں۔ کیونکہ موصوف یعنی شیخ ابوالنجیب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر جیلانی رضہ سے زیادہ مستفید ہوئے ہیں — اس طرح یہ سلسلۂ مبارکہ بھی سلسلۂ قادریہ سے مستفید ہو کر حضرت معروف کرخی رح سے جا ملتا ہے۔ "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"

"اب آپ سلسلۂ سہروردیہ کا شجرۂ مبارک بھی ملاحظہ فرمائیے اس سلسلہ عالیہ کے رہنما شمشاد دینوری رحمۃ اللہ ہیں۔"

نمبر ۵ - شجرۂ سہروردیہ

(۱) شیخ شمشاد دینوری، (۲) شیخ محمد عمویہ،
(۳) شیخ رویم رح، (۴) شیخ ابو عبداللہ بن خفیف

۵)۔ شیخ ابو العباسؒ، ۶) شیخ اخی فرخ زنجانیؒ،
۷)۔ شیخ وجیہ الدینؒ، ۸ ۹)۔ شیخ حمید الدین ناگوریؒ

قدوۃ السالکین زبدۃ المقربین حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی

قدس اللہ اسرارھم

۱۰) شیخ نجیب الدین علی بن مرغشؒ، ۱۱) شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ،
۱۲) شیخ نصیر الدین عراقیؒ، ۱۳) شیخ امیر حسین ساداتؒ،
۱۴) شیخ صدر الدین محمدؒ، ۱۵) شیخ رکن الدینؒ،
۱۶) حضرت مخدوم جہانیاںؒ، ۱۷) برہان الدین قطب عالمؒ
۱۸) حضرت سراج محمد شاہ عالم (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین)

واضح رہے کہ سلسلۂ قدسیہ سہروردیہ کے شیخ اعلیٰ حضرت شیخ ممشاد دینوری رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ جو حضرت شیخ جنید بغدادی رحمتہ اللہ کے کامل ترین تلامذہ میں سے ہیں، تو گویا اس طرح اس سلسلہ کے پہلے پیر راہبر حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو حضرت امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد خاص اور جناب حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص ہیں۔ اور باطنی علوم میں یگانہ روزگار ... زمانے تک کے

جناب حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

"نعدّہ من الابدال" کہ امام محمدؒ کو ابدال میں شمار کرتے تھے اور اس سے حضرت امام ابو حنیفہ رضؓ کے ظاہری و باطنی علم کا آپ کو بہترین اندازہ ہوا ہوگا اور ہمارے اس "مقدمہ" سے بہت سے شکوک و شبہات نہ صرف دور ہوں گے، بلکہ علم سلوک و تصوف کی عظمت اور حنفی مسلک کی رفعت وارجمندی اہل بصیرت پر ظاہر ہی ہوگی۔

مگر یہ تو حضرات علماءِ اسلام اور صوفیاءِ کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی شان ہے۔ مگر آج ان کے نام پر کچھ ہند و پاک کے نام نہاد انسان شکار کھیلنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دنیا والوں کو ان کے حال اور ان کے معتقدات کا کچھ علم ہی نہیں، طرہ یہ ہے کہ یہ لوگ نام تو لیتے ہیں بزرگوں کا کام کرتے ہیں شیطان کا " نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا"

مگر ہم انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر کے خاکسار بفضل اللہ وقت کے کسی بڑے سے بڑے عالم کے علم اور انشا پردازی سے ذرّہ بھر خائف نہیں اور نہ ہم یہ بزرگانِ دین اور سلف صالحین کی اقتدا چھوڑ کر کسی

سے مرعوب ہوں گے اور ہر صورت میں جو حق ہے وہ لکھیں گے اور اظہارِ حق و صداقت میں کسی حاسد، یا کسی بے علم زاہد کی رعایت نہیں کریں گے۔

"اب آپ اصل مختصر رسالہ کا مطالعہ فرمائیے۔ باقی مجھے اس محدود رسالہ میں اس امر پر بحث کرنا نہیں کہ کشمیر میں اسلام کس طرح پھیلا، بلکہ جناب حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے کچھ مختصر حالات عرض کرنے مطلوب ہیں۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ۔"

عفی عنہ
سیّد محمد قاسم شاہ بخاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

اَمَّا بَعْدُ

اُن مُبلّغینِ اسلام اور پیشوایانِ دین کا مسلمانانِ کشمیر پر بہت بڑا احسان ہے جنہوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں اور مساعیِ جمیلہ سے یہاں کے لوگوں کو رشد و ہدایت کی طرف رہبری کرکے اُنہیں ضلالت و گمراہی کے گہرے خندقوں سے نکال کر سعادت و ہدایت کے ساتھ ہمکنار بنایا۔

اس قسم کے مُبلّغینِ اسلام میں سیّدنا حضرت امیرِ کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمہ اللہ کا نام نامی اور اسمِ گرامی صفحۂ روزگار میں ہمیشہ سرِ فہرست رہے گا۔ کیونکہ تاریخ کے اوراق اور خود اس ملک میں مسلمانوں کا وجود اس حقیقت پر شاہدِ عادل ہیں کہ حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ کو بہ سلسلہ تبلیغِ اسلام مختصر وقت میں جو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی ہے

اس کی مثال ہند و پاک میں کہیں نظر نہیں آتی۔ اور آپ کے بعد بھی آنے والے مُبلّغینِ اسلام اور داعیانِ حق کو ایسی عظیم کامیابی نہیں ہوئی ہوگی۔ ذَالِکَ فَضلُ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَاءُ۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر ہر ایک منصف مزاج اور روشن ضمیر مسلمان آپ کے حالاتِ طیّبات اور مقدس تعلیمات دیکھنے اور پڑھنے کے لئے بے تاب اور بے قرار رہتا ہے۔ کیوں کہ اس قسم کی قدسی صفات بزرگانِ دین اور مُبلّغینِ اسلام کے حالات و واقعات اور اُن کے بہترین کارناموں کے پڑھنے اور اُن کی تعلیمات پر عمل کرنے سے دلوں کو چین اور قرار حاصل ہوتا ہے۔ اور دین حق کا مقصد و مدّعا واضح ہو جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ خُدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کشش اور رغبت بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے ارشادِ ربّانی ہے:

" اَلَا بِذِکرِ اللّٰہِ تَطمَئِنُّ القُلُوب "

(اچھی طرح سے سُن لو کہ یادِ خُدا سے لوگوں کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں)

اس سے بعض علماءِ کرام نے علماءِ ربانیین اور اولیا اللہ کا ذکرِ خیر کرنا مراد لیا ہے۔

اسی بنا پر کمترین مؤلف رسالہ ہٰذا نے حضرتِ امام حقّانی علی ثانی جناب امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی قدس سرّہٗ

کے مختصر حالاتِ طیبات کرے اور آپ کے جامع نصیحت نامہ — منہاج العارفین — کا بامحاورہ اردو ترجمہ کیا ہے۔ کیوں کہ "منہاج العارفین" اگرچہ محدود نصائح پر مشتمل ہے، مگر حقیقت میں نصائح کا ایک بحرِ بیکراں ہے۔ اس کی ایک ایک نصیحت بے پناہ گہرائی پر مشتمل ہونے کے علاوہ اعلیٰ ادبیت کا بہترین نمونہ ہے — اس رسالہ کو ہدیۂ قارئین کرام اس لئے کیا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ دوستانِ خدا سے عقیدت رکھنے والے مسلمان آپ کے مختصر حالاتِ طیبات اور مجموعۂ نصیحت نامہ پڑھ کر حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چل کر حقیقی عشق و محبت کا ثبوت دیں گے، اور حدیث مبارک

" لَن یُفلِحَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلّا بِمَا اَفلَحَ اَوَّلُھَا۔" (اس امت کے پچھلے مسلمان اپنے سے پیشتر مسلمانوں کی پیروی سے ہی کامیاب ہو سکتے ہیں)

ہر وقت ذہن نشین رکھ کر اسی قسم کے کتابچوں اور رسالوں کا ضرور مطالعہ کر لیا کریں گے — امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے پڑھنے اور اس کے مضامین کے مطابق اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح کرنے سے بہت بڑا دینی فائدہ پہنچائے گا، بالخصوص اپنے ہمدانی دوستوں سے گذارش ہے کہ وہ بھی اس مختصر رسالہ کو پڑھ

ا: اب اس رسالہ کو خدا مان خانقاہ معلی نے چھاپا ہے۔ ان سے حاصل کریں۔

کہ اس ذمہ داری کا بھرپور احساس کریں گے جو ان پر عائد ہوتی ہے کیونکہ محبت کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ حبیب اپنے محبوب کے نقش قدم پر چلے اور اس کی تعلیمات و ہدایات کو اپنائے اس رسالہ کا نام "اَلتَّنوِیرُ بِذِکرِ الاَمِیرِ الکَبِیر" رکھا گیا ہے۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللہِ عَلَیہِ تَوَکَّلتُ وَاِلَیہِ اُنِیبُ" دعا ہے کہ حق تعالیٰ ہمارا حشر و نشر اپنے پاک بندوں کے ساتھ فرمائے۔

اُحِبُّ الصَّالِحِینَ وَلَستُ مِنھُم
لَعَلَّ اللہُ یَرزُقنِی صَلَاحًا

رَبَّنَا تَقَبَّل مِنَّا اِنَّکَ اَنتَ السَّمِیعُ العَلِیم"

خاکپائے اولیاء و علماءِ دین
بخاری عفی عنہٗ

بتاریخ

نوٹ: حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ و حضرت میر سید علی ہمدانی رحمہم اللہ کے تفصیلی حالات علی ابن شہاب اور حیاتِ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ مصنفہ عزیزی ڈاکٹر محمد فاروق بخاری (پروفیسر امر سنگھ کالج سرینگر) کی کتاب ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ کا

وطن اور ولادت باسعادت

آپؒ کا وطن ہمدان (کولاب[۱]) ہے۔ اُس زمانے میں یہ علاقہ عراق کے حدود میں داخل تھا۔ آپؒ ہمدان ہی میں ۱۲ ماہ رجب المرجب ۷۱۴ھ پیر کے دن پیدا ہوئے۔ رحمۃ اللہ آپ کی تاریخ پیدائش پر دلالت کرتا ہے "ماشاء اللہ" آپ کی پیدائش روحانیت اور رشد و ہدایت کی پیش خیمہ تھی، اور آپ کا اس دنیا میں قدم رکھنا ہی پروردگارِ عالم کے بندوں کے لئے بے پایاں رحمت تھا۔ اس لئے بعض اہلِ حال نے آپؒ کی پیدائش کا خاکہ ان ابیات میں کھینچا ہے۔ ؎

آفتاب علم زختلاں زد — گوہر شرق و غرب جولاں زد
شاہبازے برآمد از ہمدان — کہ سر آمد جملہ معتمران
یور پر نور خواجہ بطحا — وارثِ علم شاہ اَو اَدنیٰ
مفخر خاصگان سُبحانی — قطب عالم حبیب رحمانی

[۱]۔ کولاب اس وقت کمیونسٹ روس کا ایک علاقہ ہے۔

ترجمہ ابیات!

آپ بظاہر ہمدان میں پیدا ہوئے لیکن آپ کی حالت اُس آفتابِ عالم کی طرح ہے جو مشرق سے طلوع کر کے ساری دُنیا کو اپنے فیوض و برکات سے جگمگاتا ہے۔ آپ کی مثال اس شاہبازِ معرفت کی سی ہے جو ہمدان میں نمودار ہو کر مقربینِ ربّ العالمین کا سر آمد اور سردار ہوا۔ آپؒ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور مقدس لختِ جگر ہیں۔ اور آپ حضورِ اقدس صلعم کے علم کے وارث اور بلا شبہ محبوبِ خدا اور قطبِ عالم ہیں۔"

حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ کا نسب

ملا حیدر تشلو نے "اشجار الخلد" میں آپ کا سلسلہ نسب اس طرح لکھا ہے:

جناب میر سیّد علی ہمدانیؒ ابن سیّد شہاب الدینؒ ابن سیّد محمدؒ ابن سیّد علیؒ ابن سیّد یوسفؒ ابن سیّد شرف الدینؒ ابن سیّد محبّ اللہؒ ابن سیّد محمد ثانیؒ ابن سیّد جعفرؒ ابن سیّد عبداللہؒ ابن سیّد محمد اولؒ ابن سیّد علیؒ ابن سیّد حسنؒ ابن سیّد جعفر الحجہؒ ابن سیّد اللہ الزاہدؒ ابن سیّد حسین الاصغرؒ ابن سیّدنا امام زین العابدینؒ ابن سیّدنا سبط الرسول المعظم حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے درمیان ۱۷ سترہ سلسلہ اور واسطہ ہیں۔

سادات کی تین قسمیں

سادات کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

۱۔ حسنی: وہ سادات جو حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذریت سے ہیں۔

۲۔ حسینی: وہ سادات ہیں جو حضرت سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذریت سے ہیں۔

۳۔ نجیب الطرفین: وہ سادات ہیں جو والدِ ماجد کی طرف سے حسینی اور والدۂ ماجدہ کی طرف سے حسنی ہوں۔

حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ کے والد بزرگوار جناب سیّد شہاب الدینؒ

آپ کے حالات تفصیلاً معلوم نہیں ہیں، صرف اس قدر ظاہر ہے کہ ہمدان کے بہت بڑے رئیس تھے، اور شاہی دربار تک پوری رسائی تھی۔ ہمدان میں مرزبان کے لقب سے معروف تھے۔ آپ کی شادی جناب سیّد علاء الدین ہمدانی کی بہن سے ہوئی تھی۔ ایام جوانی ختم ہونے کے بعد سیّد شہاب الدین کو حق تعالیٰ نے جلیل القدر عظیم المراتبت فرزند

ارجمند عطا کیا جس کا نام سیّد علی رکھا، جو بعد میں امیر کبیر اور علی ثانی جیسے معزز اور مقدس القاب کے ساتھ پکارے جانے لگے۔

حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ کی ابتدائی زندگی بچپن ہی سے آپ کے جبین مبارک پر رشد و ہدایت اور تقویٰ و طہارت کے آثار عیاں اور روشن تھے بچپن کے زمانہ میں عام بچوں کی طرح کھیل کود اور لہو و لعب کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے تھے۔ بلکہ زمانۂ طفولیت ہی میں قرآنِ مجید حفظ کیا، قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد خاندانی روایات کے مطابق اپنے ماموں جناب سید علاء الدین سے علوم عقلیہ و نقلیہ کا استفادہ کیا ہے۔ آپ نے علوم و فنون حاصل کرنے کے بعد سلوک اور روحانی مدارج و مراتب حاصل کرنے کی بڑی تڑپ اور کشش ہوئی کیونکہ آپ کے خداداد دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح آئی کہ رسمی سیادت و نجابت اور خاندانی برتری اور عظمت گو بجائے خود اچھی اور باعث برکت چیز ہے۔ لیکن یہ ابدی نجات، سرمدی سعادت اور دین و دنیا کی بہتری کے لئے کفیل اور ضامن نہیں ہو سکتی، عزت دارین اور آخرت کی سرخروئی تو صرف علم و ہنر، زہد و تقویٰ، قرآن، سنت کی اتباع اور بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلنے سے ہی حاصل

ہو سکتی ہے۔ لہذا مبلغینِ اسلام اور داعیانِ مبین کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے قرآن و سنّت، ائمۂ دین، فقہائے و محدثین اور دوستانِ خدا کے علوم و افکار اور ان کے طریقِ کار سے آگاہ ہو جائیں، تب ان کی تبلیغ سے اُمت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اسی بنا پر سیدنا حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ سیادت صوری کے ساتھ ساتھ سیادت معنوی پاکیزہ اخلاق و اعمال اور حسنِ کردار کی طرف خصوصی توجہ دینے لگے۔

بندگی باید پیمبر زادگی منظور نیست

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وقت کے بہترین مشائخ کرام کی صحبت اور فیوض و برکات سے سرفراز فرمایا خاص کر حضرت شیخ رکن الدین رح، حضرت علاء الدین سمنانی رح اور ان کے خلیفۂ خاص حضرت ابو المعالی شیخ شرف الدین مزدقانی رحمہم اللہ کی صحبت فیوضِ اثر سے مستفید اور مستفیض ہوئے تھے۔ واضح رہے کہ حضرت شیخ شرف الدین کے پیر بزرگوار حضرت شیخ نجم الدین احمد کبری رح ہی سلسلۂ کبرویہ کے مؤسس اور بانی ہیں۔

حضرت میر سید علی ہمدانی رح کے پیرانِ طریقت کا سلسلہ جناب حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مندرجہ ذیل واسطوں سے جا ملتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خواجہ حسن البصریؒ، خواجہ حبیب عجمیؒ، شیخ داؤد طائیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ سری سقطیؒ، شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ ابو علی رودباریؒ، شیخ ابو علی کاتب مصریؒ، شیخ ابو عثمان مغربیؒ، شیخ ابو القاسم گورگانیؒ، شیخ ابو بکر نساجؒ، شیخ احمد غزالیؒ، شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردیؒ، شیخ عمار یاسرؒ، شیخ نجم الدین احمد کبریٰؒ، شیخ علی الدین رضی لالہؒ، شیخ جمال الدین احمد ذاکر جورقانیؒ، شیخ نور الدین عبد الرحمٰنؒ، شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانیؒ، شیخ شرف الدین محمود مزدقانیؒ کے خلیفہ خاص اور مرید با اخلاص جناب علی ثانی میر سید علی ہمدانی رحمہم اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

اس طرح حضرت امیر کبیرؒ اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اکیس (۲۱) واسطے ہیں، اور حضرت امیرؒ اور شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے درمیان صرف پانچ واسطے ہیں۔

چونکہ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ کبرویہ کے بانی ہیں اور حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس سرہ کو آپ کے مسلک کے ساتھ خاص لگاؤ ہے۔ اس لئے ہم ضمناً شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے مختصر حالات چند سطروں میں قلمبند کر رہے ہیں تاکہ قارئین کرام ان کے حالات طیبات سے بھی بہرہ اندوز ہو کر خشک اور بے حقیقت رسموں اور رواجوں سے نکل کر

معنویت اور اصلیت کی طرف مائل ہو جائیں گے، اور اولیاء اللہ کے اصلی حالات مطالعہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں گے۔

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا نام مبارک احمد ابوالجناب، کنیت نجم الدین اور طامتہ الکبریٰ لقب۔ ۵۶۰ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی ہے۔ چنگیز خان ترک نے جب خوارزم کے شہروں پر حملہ کیا تو اس ہنگامہ میں آپ نے ۶۱۸ھ میں جام شہادت نوش فرمایا، جس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے چنگیزی فوج کا مقابلہ کر کے ان کا جھنڈا چھین لیا جس میں آپ کا دایاں بازو کٹ گیا، اس حالت میں بھی اپنا جھنڈا اپنے بائیں ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ یہ آپ کے کمالِ غیرت و حمیت کی دلیل ہے۔ حضرت عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی طرف اپنی نسبت کرتے ہوئے فخر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ما ازاں محتشما نیم کہ ساغر گیرند
نہ ازاں مفلسگا نیم کہ بز لاغر گیرند

بہ یکے دست مے جام شہادت نوشند
بہ یکے دست دگر پرچم کافر گیرند

ترجمہ ابیات:- "ہم اُن بزرگوں میں سے ہیں جو جام معرفت ہاتھ میں لیتے ہیں مگر کمزور و کم ہمت بکریوں کے پیچھے نہیں دوڑتے، اور ہم ایک ہاتھ سے جام شہادت

نوش کرتے ہیں تو دوسرے ہاتھ سے کافروں کے پرچم پر قابض
ہو جاتے ہیں۔

ابوالمعالی شیخ شرف الدین محمود مزدقانی
کے حالات اور
حضرت امیرؒ کے موصوف تک پہنچنے کے اسباب و عوامل

مورخ کشمیر مفتی محمدؒ سعادتؒ نے لکھا ہے کہ بارہ ۱۲ سال ہی کی عمر میں حضرت علی ثانیؒ کے قلب مبارک پر عالم غیب کے اسرار روشن ہونے لگے۔ کہ آپ نے بارہ ۱۲ سال کی عمر میں ہی خواب میں دیکھا کہ حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ اولیائے اللہؒ کے ساتھ ایک سر بفلک عمارت میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت میر سید علی ہمدانیؒ نے حضور پُر نورؐ کی طرف آگے بڑھنے کی کوشش کی، مگر یہ کوشش بار آور ثابت نہیں ہوئی، کہ آپؐ نے فرمایا:۔

"اے فرزند پیش من نمی توانی رسید تا پیش شیخ شرف الدین مزدقانی نہ روی۔"

(یعنی: اے فرزند! میرے پاس تم اُس وقت تک نہیں پہنچ سکو گے، جب تک تم شرف الدین مزدقانی کے پاس نہ جاؤ گے۔)

یہ وہ زمانہ تھا کہ ابھی آپ، جناب محمود مزدقانیؒ کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ دفعتہً آپ کے دیدار کا داعیہ پیدا ہوا، کچھ ہی مدت کے بعد حضرت امیرؒ نے اپنے استاذ کو تنہائی میں بیٹھ کر سر ہلاتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے استاد سے دریافت کیا کہ آپ سرِ مبارک کیوں ہلاتے ہیں؟ استاد نے فرمایا: "یادِ خدا کرتا ہوں۔" آپ نے اس پر یہ سوال کیا کہ یہ ٹھیک ہے کہ آپ یادِ خدا فرماتے ہیں۔ مگر اس کا تعلق سر ہلانے سے کیا ہے؟ اُستاد نے فرمایا: برخوردار! مجھے اپنے پیر و مرشد کی اسی طرح اجازت ہے۔ حضرت میرؒ نے دریافت کیا کہ جناب کے پیر و مرشد کا نام مبارک کیا ہے؟ اُستاد نے جواب دیا: اُن کا اسمِ گرامی شیخ شرف الدّین محمود مزدقانی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ بس یہ سُنتے ہی سابقہ خواب یاد آیا اور بے قرار و بے چین ہوئے اور اُستاد سے عرض کی کہ مجھے بھی اس تعلیم سے بہرہ ور کیجئے۔ استاد نے نہایت مشفقانہ طریقے سے تعلیم دیکر بالواسطہ حضرت شرف الدّین محمود مزدقانیؒ کا شاگرد بنایا۔ اور تین دن کے اندر ہی آپ کے دلِ مبارک پر اسرارِ عالمِ غیب ہویدا ہونے لگے اور اُستاد سے باادب کہا، اب آپ مجھے اسی چشمۂ فیض تک پہنچا دیجئے، جہاں سے آپ نے اس جام کا معرفت نوش کیا ہے۔

حضرت امیر کبیرؒ کی جناب محمود مزدقانیؒ سے پہلی ملاقات

جناب شیخ مزدقانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ کو دیکھا اور ان کا خاندان معلوم کیا، تو بطور نصیحت فرمایا: صاحبزادے اگر تحفہ میت کا دل بھی ساتھ لیکر آئے ہو تو لو ہم آپ کی خدمت بجا لانے کے لئے تیار ہیں، اور اگر یہاں اس لئے آئے ہو کہ کچھ آپ کو حاصل ہو جائے تب آپ پر فرض ہے کہ جو کچھ میں کہوں اس کے مطابق عمل کریں۔ حضرت امیرؒ نے عرض کی: حضور میں خدمت اور شوقِ طلب میں آیا ہوں آپ کے احکام کی تعمیل جان و دل سے کروں گا۔ غرض کہ حضرت امیرؒ نے اپنے پیر برحق حضرت محمود مزدقانیؒ کی ہدایات و ارشادات کے تحت ذکر و فکر اور تزکیہ باطن کے اصول سیکھے اور تھوڑے زمانہ میں محبوبیّت کے درجہ تک پہنچے۔ حضرت مزدقانیؒ اپنے مریدوں کو فرماتے تھے کہ سید علی جیسے نوجوان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام پاک بلند آواز سے نہ لینا چاہیئے، ورنہ خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک سنتے ہی آپ کی روح عالم قدس کی طرف پرواز کرے، پھر یہ تدبیر

کی کہ تین ماہ کے لئے آپ کو مخصوص انداز سے بٹھا کر بازار کی روٹیاں آپ کو کھلائی گئیں، یہاں تک کہ محویت و استغراق میں کچھ فرق آگیا۔ مختصر یہ کہ آپ نے اس پیر و مرشد کی خانقاہ میں ۷۲۶ھ سے ۷۳۲ھ تک برابر چھ سال گزارے۔ اس عرصہ میں آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرماتے رہے اور کبھی غیر مفید امور میں شامل نہیں ہوئے۔ اس کمال کے باوجود پیر کامل نے آپ کو اپنے رہبر طریقت جناب ابوالبرکات تقی الدین شیخ علی دوستی کے پاس حاضر ہونے کا حکم دے کر فرمایا کہ باقی تعلیمات آنجناب سے ہی حاصل کریں۔

جناب حضرت امیر کبیرؒ جناب ابوالبرکات کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دو سال آپ سے باطنی علوم اور پاک نفسی کے مقامات اور مدارج سیکھے، دو سال بعد ابوالبرکات نے حضرت میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا: تجھے جوش مارنے والی چند ہانڈیاں دکھلائی گئیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک بڑا چمچہ دیکھا جن میں سے کچھ نوالے آپ لیتے جاتے تھے۔ اس سے آپ کا مقصد یہ بتلانا تھا کہ آپ مقبول بارگاہِ الٰہی ہیں، اور آپ مختلف اولیاءِ کاملین کے فیض سے کامیاب ہوں گے۔ اس کے بعد ہی حضرت ابوالبرکات کا انتقال ہو جاتا ہے، اور اس کے بعد پھر حضرت محمود مزدقانی رحمہ اللہ سیر و سیاحت کرنے اور دنیا بھر کے دوستانِ خدا سے

فیوض و برکات حاصل کرنے کا حکم دیتے ہیں، اور حضرت
امیر کبیر، حضرت محمود مزدقانی رح کے اس حکم کی تعمیل فرماتے
ہیں۔ حضرت امیر رح نے "سیروا فی الارض" کے پیشِ
نظر عرب و عجم، ہندوستان ماوراء النہر، ترکستان اور
دوسرے اسلامی بلاد کی سیر و سیاحت فرمائی۔ اس سیر و سیاحت
میں جہاں آپ نے مناظرِ قدرت چشمِ عبرت بین سے
مشاہدہ کئے وہاں آپ نے بڑے بڑے علماء و مشایخ اور
خدا رسیدہ بزرگوں سے بھرپور دینی اور روحانی فائدہ اُٹھایا
۔ علماء نے لکھا ہے کہ آپ نے اس سفر میں چودہ سو (۱۴۰۰)
اولیاءُ اللہ سے فیض و برکات حاصل کئے، کیونکہ آپ
کی سیر و سیاحت کا زمانہ مختصر اور محدود نہ تھا بلکہ اس
کا سلسلہ اکیس ۲۱ سال اور بقول بعض اہلِ تاریخ بائیس (۲۲)
سال کا طولانی زمانہ تھا۔ اور جب امیر کبیر میر سید علی
ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ علوم و فنون، تزکیۂ اخلاق، سلوک
کے مدارج میں اپنے معاصرین اور اس وقت کے برگزیدہ
علماء و مشایخ کرام پر مافوق ثابت ہوئے، تب ان کو علماءِ
وقت اور مشائخ زمانہ نے بجائے علی بن شہاب کے علی
ثانی اور امیر کبیر رح جیسے معزز القاب سے پکارنا شروع کیا۔
حقیقت یہ ہے کہ آنجناب کے کمالات ایک طرف سے اگرچہ
عطیۂ الٰہی ہیں مگر دوسری طرف سے اس ولی کامل نے پوری

جوانمردی اور بلند ہمتی سے کام لیکر اپنے پیروں، مریدوں، واعظوں، مبلّغوں اور داعیانِ دین کو تعلیم دی ہے کہ مسلمانوں کا مبلّغ اور دینی پیشوا رسمی، بناوٹی اور بے علم اور جاہل نہیں بن سکتا اور ان کا حقیقی مبلّغ تو وہ مسلمان بن سکتا ہے کہ جو پہلے اچھی طرح اپنے آپ کو پورے طور پر علوم دینیہ اور اخلاقِ باطنہ سے آراستہ کرلے۔ ؎

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

افسوس کہ ہم لوگ آپ کی اس ہمت و استقلال سے نصیحت حاصل نہیں کرتے بلکہ خود ساختہ خاندانی برتری اور رکابی مشرب کے نازاں مریدوں کے آداب و القاب پر کفایت کرکے دینِ حق کا بیڑا غرق کرنے لگے، نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا" — اور زیادہ سے زیادہ حضرت حافظ شیرازیؒ، حضرت جامیؒ کے کچھ ابیات یا حضرت امیر کبیرؒ کے چہل اسرار کے اشعار کو معنی سمجھے بغیر یاد کرکے اپنے تئیں صوفی مشرب قرار دیا اور بسا اوقات عام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم سے برگشتہ بنانے کے ہم ہی موجب اور سبب بن جاتے ہیں۔ بس یہی ایک وجہ ہے کہ اب ہمارے ہاں دینِ حق کے حقیقی خدو خال یا روحانیت کی اصلیت ختم ہوکر رہ گئی ہے۔ اسی کے پیشِ نظر بعض سلفِ صالحین نے

کیا خوب فرمایا ہے، ؎

در کسوف میں خاص آمدہ عامی چند — بدنام کنندۂ نکو نامی چند

پوشیدہ مرقع اندایں خامی چند — ناز فتہ براہ صدق و صفا گامی چند

بگرفتہ لبطاما الف لامے چند — بدنام کنندۂ نکو نامی چند

سخن وحدت آنکہ از عامی — زانچہ خیزد بغیر بدنامی

حضرات! حضرت سیّد! علی ثانی قدس سرّہٗ صرف نسبی سیادت اور اپنی قدیمی خاندانی عظمت سے غیر مسلموں کو اسلام کے دائرہ میں نہیں لائے اور صرف اسی چیز سے اپنی عظمت کا ڈنکا علمائے اسلام اور مشائخ کے دلوں پر نہیں بٹھایا بلکہ اس کی وجہ بس یہ تھی کہ انہوں نے علوم شرعیہ اور روحانیت اور صفائے قلبی میں وہ کمال حاصل کیا جس سے مجموعی طور پر اس زمانے کے علماء و اولیاء تہی دست تھے — بہرحال بائیس ۲۲ سال کے زمانے میں جو ایک دانشمند اور ولی خدا حاصل کر سکتا ہے وہ آپ نے بائیس ۲۲ سال کے طولانی ایام سفر میں اچھی طرح حاصل کر لیا ہے۔

بائیس ۲۲ سال کی سیر و سیاحت کے بعض اہم واقعات و حالات کا بیان جو آنجناب رح کو اس سفر میں پیش آئے۔

۱۔ سیر و سیاحت کے دوران جب آپ روم تک پہنچے تو سخت جاڑے کا موسم تھا، پانی اتنا ٹھنڈا تھا کہ وضو کرنا

دشوار ہوتا تھا، غسل کرنے کی بات ہی کیا۔ اسی اثنا میں آپ ایک مسجد شریف میں تشریف لائے، ریاضت کے لئے غسل کرنا ضروری تھا مگر نفسیاتی جذبات اور سخت سردی غسل کرنے سے مانع بن جاتی تھی۔ مگر آپ نے اپنے نفسیاتی جذبات پر غلبہ پاکر اندھیری رات میں دریا پر جاکر جمے ہوئے برف کو توڑ کر نہایا۔ اور چالیس دن تک اسی مسجدِ شریف میں خلوت نشین ہوئے اور ہر روز نصف رات کے وقت غسل کرتے تھے جونہی چلّہ ختم ہوگیا تو دیکھا کہ اُس گاؤں کے دو چار سوار آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور تعظیم و تکریم بجالانے کے بعد انہوں نے دو سو اشرفیوں کا ہدیہ پیش کرکے عرض کی۔ ؎

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

اتنی بڑی رقم دیکھ کر آپ حیرت میں پڑ گئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ہدیہ پیش کرنے والے آپ کے والدِ ماجد سید شہاب الدین کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس نے آزاد ہو کر تجارت کا پیشہ اختیار کیا تھا، جس میں حق تعالیٰ نے اُن کو برکت عطا کی تھی۔ اس کے علاوہ آپ کی خاطر تواضع میں ایک دعوت دی جس پر اس آزاد کردہ غلام نے ایک سو اشرفیاں صرف کئے۔ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعوت خندہ پیشانی سے قبول کی۔

۲ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

آپ نے خواب میں حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نصیحت کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ نے فرمایا: "اے میرے پیارے بیٹے! لوگوں کی دعوتوں پر اس طرح نہ جایا کر بلکہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے کوئی کسب و ہنر اختیار کر کہ تمام پیغمبروں کا شیوہ یہی تھا۔" ساتھ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کلاہ دوزی کا اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔

آپؒ نے دوسرے دن ایک کلاہ کی قطع و برید کر کے اس کو سی لیا، مگر وہ ابتدائی ٹوپی تھی، جو بظاہر آپ کو بے ڈھول اور ناپسند دکھائی دی۔ آپؒ نے مخفی طریقے سے زمین کے نیچے چھپا دی تاکہ کوئی اس پر واقف نہ ہو جائے۔

ابھی چند دن سے زیادہ عرصہ نہ گذر گیا تھا کہ ایک معتبر شخص آپ کی زمین کے اندر چھپائی ہوئی ٹوپی لیکر حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اُس سے وہ ٹوپی سر پر رکھنے کی اجازت دیں۔ آپؒ نے تعجب سے دریافت کیا کہ تم اس ٹوپی پر کیسے واقف ہوئے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے چند سال سے دردِ سر ہونے لگا ہے اب حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں فرمایا کہ فلانی جگہ سید علی ہمدانیؒ نے اپنے ہاتھوں سے سِلی ہوئی ٹوپی کو چھپا دیا ہے تم اس کو سر پر رکھا کرو تو شفا ہوگی

مگر پہلے اُن سے اجازت لے لو۔ آپؒ نے اس معتبر آدمی کو اجازت دی، اور اس نے اس کے عوض میں ایک سو روپیہ کا ہدیہ پیش کیا جو آپؒ نے قبول فرمایا۔ اس کے ساتھ پیشہ کے طور پر کلاہ درزی سے گزر اوقات کرتے تھے، اور یہی تمام انبیاء اور اُن کے پیروؤں کا طریقہ ہے کہ وہ کسی پر بوجھ نہ تھے بلکہ اپنے ہاتھوں سے کماتے تھے ۔۔۔ اُمید ہے کہ تمام مبلّغین اس واقعہ سے نصیحت حاصل کریں گے ۔۔۔ واللہ اگر مبلّغینِ اسلام خود کما کر تبلیغ فرمائیں گے تو اُن کی تبلیغ سے غیر مُسلم بھی دائرہ اسلام میں آجائیں گے ۔۔۔ یا اللہ! ہمارے علمائے کرام کو حضرت میرؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۳۔ زمانۂ سیر و سیاحت میں جب آپ روم پہنچے تو وہاں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان مناظرہ اور سخت بحثا بحثی تھی، بحث یہ ہو رہی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کمالات کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ کون ہے؟ نصرانی حضرات حضرت عیسیٰؑ کے قائل ہوئے اور اہلِ اسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معترف ہوئے۔ عیسائیوں نے کہا تمہارے قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مذکور ہے کہ وہ خدا کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے، اور یہ کمال تمہارے نبیؐ کے متعلق قرآن مجید میں کہیں بیان نہیں کیا گیا ہے مسلمانوں نے کہا یہ جزوی فضیلت ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

میں کئی فضیلتیں پائی جاتی ہیں اور پھر مردوں کو زندہ کرنا یہ کام آپ کے بہت سے اُمتیوں نے بھی کیا ہے۔ عیسائیوں نے یہ بات نہ مانی اور کہا کہ اگر سچے ہو تو آؤ اور کر کے دکھلاؤ۔ حضرت علی ثانی رحمتہ اللہ علیہ حاضر تھے، انہوں نے فرمایا: آؤ میں دکھاتا ہوں چنانچہ عیسائی قبرستان تک چلے وہاں آپ نے ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ" اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا، یہ دیکھ کر عیسائی مسلمان ہو گئے۔[۱]

غرض کہ اس بائیس ۲۲ سالہ طویل سفر میں آپ سے بڑی بڑی کرامات اور عجیب واقعات ظاہر ہوئے جن کا اس مختصر رسالے میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ اسی سفر میں آپؒ نے زیارت حرمین شریف اور زیارت مسجد اقصیٰ بھی فرمائی، اس سلسلے میں آپ کی کرامتیں زبان زدِ خلائق ہیں۔ واضح رہے کہ آپؒ کی اس سیر و سیاست

---

[۱]: جس طرح سائنس آوازوں پر کنٹرول کر کے انہیں محفوظ رکھنے اور پھر انہیں ضبط کرنے میں کامیاب ہوئی ہے، اسی طرح روح کا پھر جسم میں واپس آنا عقلاً بعید نہیں کیونکہ روح بھی آواز کی طرح ایک ہوائی لطیفہ ہے۔ اس موقعہ پر یہ سمجھنا چاہیے کہ زندہ کرنے والا اور مارنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اولیاء اللہ اس کے سبب بن جاتے ہیں۔ جیسے قیامت سے پہلے دجال بھی ایک شخص کو مار کر پھر زندہ کرے گا۔ (دیکھو التفصیل فی البخاری)

کا آغاز سنہ ۷۳۰ھ سے ہوا تھا۔ اور سنہ ۷۵۲ھ پر اس کا سلسلہ ختم ہوا اس وقت آپؒ کی عمرِ مبارک ۴۶ برس کے قریب تھی، تبلیغی سلسلہ برابر جاری رکھا گو ہمیں اس کی تفصیلی کیفیت معلوم نہیں۔

حضرت سیّد علی ہمدانیؒ اور خطّۂ کشمیر

یوں تو آپؒ نے ہر جگہ کے لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف دعوت دی، لیکن آٹھویں صدی ہجری کے رُبعِ آخر میں آپؒ نے خصوصیّت کے ساتھ مُلکِ کشمیر کو اپنی تبلیغی اور دینی دعوت کا مرکز بنایا۔ چنانچہ قاری محمد حسن گاڈہ یاری اور مفتی محمد سعادت نے معتمد کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ آنجناب نے تین مرتبہ مُلکِ کشمیر میں تشریف لایا ہے۔

پہلی مرتبہ آنجنابؒ نے سلطان شہاب الدّینؒ کے دورِ اقتدار کے دوسرے سال کشمیر کو اپنی سیر و سیاحت سے زینت بخشی، اس دفعہ آپؒ نے صرف چار ماہ کی قلیل مدّت میں کشمیر میں اقامت کی ہے۔ یہ ۷۷۴ھ کا واقعہ ہے۔ مقدم شریف سے اس کی تاریخ نکلتی ہے۔ جناب سیّد خاوریؒ نے آپؒ کی آمد کی تاریخ درج ذیل ابیات میں نظم کی ہے۔ فرماتے ہیں:

۱۔ میر سیّد علی شہِ ہمدان	قلمیم کردہ نِکو!
۲۔ شُد مشرف مقدمش کشمیر	اہلِ آں تسر شُد از ہدایت جو

۳۔ سالِ تاریخ مقدم او را   گفتم از مقدم شریف بجو

ترجمہ ابیات: "حضرت شاہ ہمدانؒ نے چار دانگ عالم کی خوب سیر و سیاحت فرمائی۔ آنجنابؒ کی تشریف آوری سے کشمیر کے رہنے والے مشرف ہوئے ہیں اور آپ سے ہدایت و رہبری کے طلب گار ہوئے۔ آپؒ کی تشریف آوری کا سالِ تاریخ مقدم شریف کے لفظ سے ڈھونڈو۔"

کشمیر میں چار ماہ قیام فرما کر ہندوستان کے راستے سے واپس ہوئے۔

دوسری مرتبہ آپؒ نے سلطان شہاب الدین کے بھائی سلطان قطب الدین کے عہدِ حکومت میں سات سو سادات اور علماء کے ہمراہ کشمیر میں نزولِ اجلال فرمایا اور محلہ علاؤ الدین پورہ سرینگر میں قیام فرمایا۔ اس [illegible] کی تاریخ آمد اشعار کے آخری جملہ سے واضح ہوتی ہے:

شکر کز مقدم امیر کبیرؒ   باغ کشمیر ہم چو گل بشگفت
ہاتفِ غیب سالِ مقدم او   آمد این جا علی ثانی گفت

اس مرتبہ آپؒ نے بقولِ اہلِ علم دو سال چھ ماہ تک کشمیر میں قیام کیا۔

تیسری مرتبہ آنجنابؒ نے ۷۸۵ھ میں کشمیر میں قدم رنجہ فرمایا۔ اس مرتبہ آپؒ نے لگ بھگ چھ ماہ کشمیر میں قیام کیا۔

یہ ہے حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی کشمیر آنے کی مختصر کیفیت ۔ اس مقام پر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ جب تک ہم اُن کا جواب اسی جگہ نہ دیں گے۔ تو اس وقت تک آگے بڑھنا کسی طرح درست نہیں ہو گا۔ سوالات یہ پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ جس وقت حضرت امیر کبیرؒ پہلی مرتبہ کشمیر آئے تو اس ملک کے دینی اور اسلامی حالات کیا تھے؟

۲۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امیر کبیرؒ نے کشمیر ہی کو کیوں باقاعدہ طور پر اپنی دینی دعوت کا محور اور مرکز بنایا؟

۳۔ تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سیّد علی ثانیؒ کس حد تک اپنے مقصد اور دینی دعوت میں کامیاب اور کامران ہو گئے ہیں؟

۴۔ اور چوتھا سوال یہ ہے کہ حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی کی کامیابی کے اسباب اور عوامل کیا ہیں؟

● ۔ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سنہ ۷۲۴ھ تک ملک کشمیر بحیثیت مجموعی دینِ اسلام سے ناواقف اور نا بلند تھا۔ بلکہ کشمیر کے باشندے بالعموم بُت پرست، مشرک۔ اور بعض درختوں اور حیوانات کے پجاری تھے۔ صرف

مسلمان شہمیر نامی جو علاقہ سواد گیر سے آکر بارہمولہ میں آباد تھا۔ اس کے آنے کی وجہ تاریخ اعظمی میں اس طرح لکھی گئی ہے؛ کہ "اس کے دادا فور شاہ صاحب کشف و کرامات تھا، اور اپنے ذاتی محاسن و کمالات کی بنا پر اپنے ملک میں مرجع خلائق تھا۔ اس نے ایک دن اپنی اولاد سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہام ہے کہ تمہارے بیٹے کو اللہ تعالیٰ ایسا لڑکا عطا کرے گا جو ملک کشمیر کا بادشاہ ہوگا اور اس کا نام شہمیر ہوگا، اور اس کی اولاد سے بہت سے شخص تخت سلطنت پر فائز ہوں گے۔ اس لئے شہمیر مذکور نے اپنے دادا کی اس پیشن گوئی پر اعتماد کرتے ہوئے کشمیر آکر سکونت اختیار کی کہ شاید اسی کو بادشاہی ملے گی۔ چنانچہ فور شاہ صاحب کی کرامت من وعن درست ثابت ہوئی۔ پھر تقریباً دو سو سال تک شہمیر کی اولاد نے کشمیر میں حکومت کی۔

بہر حال مقصد یہ ہے کہ کشمیر میں آٹھویں صدی ہجری کے ربع اوّل تک بقول مؤرخین ماسوائے شاذ و نادر کشمیر میں اسلام کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مگر مشرک ہونے کے باوجود ان میں بہت سے اختلافات تھے۔ اس زمانے کا زیرک و لائق بادشاہ رینچن شاہ ان کے اختلاف کو دور کرنا چاہتا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ ملک میں کسی قسم کا اختلافِ مذہب باقی نہ رہے۔

چنانچہ رنجن شاہ نے مختلف مذہبی نمائیندوں کو [illegible] کر انھیں اتحاد واتفاق کی تلقین کی، مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوا۔ بلکہ ہر گروہ کی یہ کوشش تھی کہ بادشاہِ وقت اس کا آئینی ومذہب اپنائے، بادشاہ کے دل پہ اللہ تعالیٰ نے یہ الہام ڈالا کہ کل صبح سب سے پہلے جس شخص پہ اس کی نظر پڑے تو وہ (بادشاہ) اسی کا مذہب قبول کرے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے اس رائے کا اظہار اسی اجلاس میں مختلف مذاہب کے لیڈروں سے کیا، جو اہلِ دربار اور کافروں نے بطیب خاطر قبول کی، اور اب مختلف مذہبی جماعتوں کے انسان اس کوشش میں رہنے لگے کہ کل سویرے سب سے پہلے وہی بادشاہ کے سامنے حاضر ہو جائے۔ اور رنجن شاہ کی نظر اسی پہ پڑے، مگر اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ کسی کو یہ پتہ نہیں تھا کہ کل کیا ہوگا اور کون جانتا تھا کہ آج کا دارالکفر کل دارالاسلام بن جائے گا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب رات کے بعد یہ واقعہ ہونے والا تھا تو خود بادشاہ اُس رات میں حیران تھا اور اس کی نیند اچاٹ ہو گئی، اور حیرانی و پریشانی کی وجہ سے رات بہت لمبی محسوس ہوتی گئی گویا کہ زبانِ حال کے ترنم اور نغمہ سرائی کے ساتھ یہ کہہ رہا تھا:

یا رب امشب را نخواہد بود روز
یا مگر شمع فلک را نیست سوز

نے بسوزم است از سودائے عشق
من ندارم طاقت غوغائی عشق

ترجمۂ ابیات : "یا اللہ! آج کی رات اتنی لمبی دکھائی دیتی ہے کہ گویا اس کی صبح کبھی نمودار نہیں ہوگی۔ یا آسمان کے روشن تارے کبھی غائب نہیں ہوں گے۔ آج کی رات میں سوزشِ عشق سے جل رہا ہوں میں عشق کی قیامت خیز مستی کی طاقت برداشت کرنے سے معذور ہوں۔"

رات کو رنجیدہ شاہ اسی حیرانی میں تھا کہ صبح سویرے اتفاقاً اپنے خلوت خانے کی کھڑکی کھول دی اور اتفاق سے بادشاہ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو فقیرانہ لباس میں دریائے بہت کے کنارے پر سہریار کے قریب اسلامی آئین و دستور کے مطابق نمازِ صبح پورے خلوص سے ادا کر رہا تھا: ؎

دید شخصے چو سروِ لب جوئی | طلعتش صبح و آفتاب روئی
خرقہ پوشیدہ ہمچو خوش الحان | خوانندہ قرآن چو بلبلِ نالاں

بادشاہ اس اجنبی فقیر کو دیکھ کر حیران ہوا، اور حسب وعدہ ان کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے ان کا دین و آئین اور مذہب و ملت دریافت کیا۔ فقیر نے عجیب و غریب طریقے سے دینِ حق اور کلمہ اسلام کی وضاحت اور ترجمانی کی۔ بادشاہ اور اہلِ دربار پر اتنا اثر ہوا کہ مسلمان ہونے کے لئے سب کے سب بے تاب ہو گئے اور فقیر نے اہلِ دربار اور بادشاہ کو کلمہ "لا الٰہ الا

اللہ محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پڑھوا کر اُن کو اسلام کے دائرے یعنی ازلی سعادت اور سرمدی نجات اور دین و دُنیا کی عزت و آبرو میں داخل کیا ہے۔ سچ ہے:

"اذا اراد اللہ شیئاً ھیأ اسبابہ"

(جب اللہ تعالیٰ کوئی چیز چاہتا ہے تو خود اس کے اسباب پیدا فرماتا ہے۔)

اسلام اللہ کا دین ہے، وہ خود اس کا حافظ و مالک ہے۔

فقیر نے بادشاہ کو صدر الدین نام رکھا، اور واقعی وہ اس نام کا حقدار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ مِنْ اَجْرِھِمْ وَمَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَلَہٗ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اَجْرِھِمْ۔"

ترجمہ: جس کسی نے اچھی چیز کی بنیاد ڈالی اُس کو اُس کا ثواب اور ان لوگوں کے عمل کا ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے۔ بغیر اس کے کہ ان کے نیک عمل میں کوئی کمی واقع ہو، اور

جو شخص کسی بری بات کی بنیاد ڈالے گیا، اس کو اس کا گناہ اور ان لوگوں کا گناہ ملے گا جو اس پر چلیں گے۔ بغیر اس کے کہ ان کی سزا میں کمی کی جائے۔"

اس مقام پر ضمنی سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ فقیر کہاں سے آئے تھے اور کہاں کے تھے؟ اور یہ کس طرح اس ملک میں پہنچے تھے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ طے مکان کرکے کشمیر پہنچے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اپنے مرشد کے حکم پر اور ان کے ساتھی ترکستان سے تبلیغی مشن پر کشمیر میں وارد ہوئے تھے اور اسی غیبی واقعے کے منتظر تھے۔ اس فقیر مقدس درویش اور مبلغِ اسلام کا نام نامی اسم گرامی جناب حضرت سید عبدالرحمٰنؒ ہے اور بلبل شاہ صاحب کے تخلص سے مشہور و معروف ہیں، اور آپؒ بالواسطہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید ہیں۔ "رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً"

یہ واقعہ ۷۱۳ھ کا ہے مگر ارادۂ الٰہی دیکھئے کہ حضرت بلبل شاہ صاحبؒ کا انتقالِ پُرملال ۷۲۷ھ میں ہوا ہے بلکہ بادشاہ بھی اسی دوران اللہ تعالیٰ کو پیارا ہوا۔

اب ہم قارئین کرام کی ضیافت طبعی کے لئے حضرت بلبل شاہ صاحبؒ کے کچھ حالات و اقوالِ مبارکہ تاریخ اعظمی سے نقل کرکے پیش کرتے ہیں۔

آنجناب کا اصلی نام مبارک بعض حضرات عبدالرحمٰن بتاتے

ہیں، بعض شاہ بلال کے نام سے آپ کو پکارتے ہیں۔ کچھ بزرگوار آپ کا اصلی نام مبارک سید شرف الدین فرماتے ہیں۔ آپ علوم و فنون کے ماہر اور بہت بڑے سیاح تھے۔ ظاہری و باطنی اعتبار سے اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور واصل باللہ تھے، اور بہت بڑے عارف، زاہد و پرہیزگار اور توکل میں نادرِ روزگار تھے اپنے احوال خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

۱۔ حق تعالیٰ مرا قدرت داد است کہ بے قوت و اسباب تعیش بگذرانم۔	اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی طاقت دی ہے کہ کھانے پینے اور ظاہری وسائل کام میں لائے بغیر زندگی گذار دوں۔
۲۔ و بہ ہمیں بدن بے انقطاع روح بدار البقا بروم۔	اور مجھے اتنی طاقت ہے کہ روح کی جدائی کے بغیر بھی عالم بالا کی طرف پرواز کروں۔
۳۔ و بہ ہمیں بدن را توانم تا ابد الآباد محافظت کرد۔	اور مجھے اتنی طاقت ہے کہ موجودہ بدن کو ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھوں۔
• ہر سہ امر چوں موافق سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نیست مرتکب نمی شوم اقامت	مگر یہ تینوں چیزیں موافق سنت نہیں ہیں اس لئے ان سے گریز کرتا ہوں، کہ میرے نزدیک حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سُنّت نزدِ من بہتر از ہزار کرامات و عبادت خلافِ سُنّت است۔

کہ ایک سُنّت کی پیروی ہزار کرامتوں سے بہتر ہے اور اس عبادت سے بہتر ہے جو خلافِ طریقۂ پیغمبرؐ ہو۔

۷۲۷ھ میں آپ کا انتقالِ پُرملال ہوا ہے، اور اپنے رفیق خاص مولانا احمد علامہؒ کی قبر کے پیچھے آسودہ ہیں۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے آپ کی تاریخ وفات اس شعر میں بتائی ہے:

سالِ تاریخ وصلِ حضرت بُلبُل شاہ
بُلبُلِ قدس گفت خاصِ اِلٰہ

آپ کا مدفن اور آپ کی خانقاہ بُلبُل لنکر سرینگر میں مشہور اور مرجع خلائق خاص و عام ہے۔

آنجناب کے اقوالِ مبارکہ

۱۔ سالک را تا دل خالص و زبان سالم بدرقہ نباشد غولان ایں راہ او را یک منزل نگذارند۔

روحانیت کے طلب گار کا جب تک دل و زبان خالص و سالم نہ ہو تو اس کو اس کی راہ کے چڑیل ایک منزل بھی آگے بڑھنے نہیں دیں گے۔

۲۔ از حرام چناں دُور باید بود کہ از مار در کوہسار و از شبہ باید گریخت چناں کہ

حرام چیز سے اس قدر بھاگنا چاہئے جس قدر جنگل میں سانپ سے بھاگا جاتا ہے اور شک و شبہ

از مُردار بازار۔

کی چیز داسے اتنی نفرت ہونی چاہئے کہ جتنی نفرت بازار کی ناپاکی سے کی جاتی ہے۔

۳۔ از حلال قدری باید تناول کرد کہ در مخمصہ از مُردار۔

حلال روزی اُتنا ہی کھانا چاہئے جتنا بھوک کے وقت مُردار چیز پر کفایت کی جاتی ہے۔

۴۔ متّقی تا از بعضے حلال پرہیز نکند از شبہہ حرام اجتناب نہ تواند کرد۔

جب تک پرہیزگار بعض حلال چیزوں سے پرہیز نہ کرے تو وہ مشتبہ اور حرام چیزوں سے بچ نہیں سکتا۔

آنجنابؒ کے ان مختصر اقوال مُبارکہ میں علم تصوف کے وہ اصول و مقدمات ہیں جن پر عمل کئے بغیر صوفی مشرب میں قدم رکھنا ناممکن ہے۔

افسوس ہے اور سخت افسوس ہے کہ ہم حرام بھی کھائیں، سود کا لین دین بھی کریں، داڑھی بھی منڈوائیں اور پھر مسلمانی اور صوفیت کا بھی دعویٰ کریں، کتنی دغل ددزی اور فریب کاری ہے۔

بہرحال آپؒ بڑے صاحبِ کشف و کرامات ہیں۔ دو واسطوں سے حضرت سیّدنا شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے مریدہیں۔ اس طرح سب سے پہلے قادری سلسلہ ہی سے کشمیر میں اسلام کی آواز پہنچی جس کی آبیاری حضرت میر سید علی ہمدانیؒ نے کی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ حضرت قدوۃ السالکین جناب بلبل شاہ صاحبؒ حنفی مسلک پر عامل تھے اور حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ نے کشمیر میں اسی مسلک کو قائم رکھا۔ یہ ہے حنفی مسلک کے لئے باطنی تائید اور حضرت میرؒ کے اخلاص کی سب سے بڑی دلیل۔

حضرت بلبل شاہ صاحبؒ کی حیات طیبہ میں اسلام کشمیر میں باقاعدہ طور پر پھیلنے لگا تھا۔ مگر آپؒ کے وقت وفات سے ذکر و دعوتِ اسلام اور اس کے احکام کی پختگی کا معاملہ بالکل کھٹائی میں پڑ رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن کاشغری رحمۃ اللہ کے مقدس مشن دین اسلام کو زندہ کرنے کے لئے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو کشمیر کی ہدایت کے لئے بھیجا ہم میں گویا جناب بلبل شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی وفات کے سینتالیس سال کے بعد وارد ہوئے ہیں۔ آپ کے وارد ہونیکے وقت یہاں کے عام باشندے اسلام سے ناآشنا تھے۔ تو یہ بحث قابل تحقیق ہے حال ہی میں نیازمند نے اس موضوع پر ایک مقالہ لکھا ہے جو عنقریب شائع ہوگا۔

یہ تھا پہلے سوال کا جواب کہ جب حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کشمیر میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت

اس ملک کے مذہبی حالات کیا تھے ؟

اب آپ دوسرے سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیے!

سوال یہ تھا کہ حضرت امیر کبیرؒ نے کشمیر ہی کو کس بنا پر اپنی دینی دعوت کا محور اور مرکز بنایا ؟

اس سوال کا بہتر جواب یہ ہے کہ اللہ کا حکم اور بس۔

بظاہر اس کی وجہ یہ ہے جیسا کہ بعض ارباب تاریخ نے لکھا ہے کہ امیر تیمور گورگانی صاحب قرآن ثانی حضرت امیر کبیرؒ کے زمانے میں ایک عظیم القدر بادشاہ تھا جو عام طور پر سادات کرام سے ناراض ہوا جس کی وجہ سے اس کی حدود سلطنت سے دوسرے ملکوں میں سادات اور علمائے کرام پناہ لینے لگے چونکہ اس زمانے میں کشمیر ہی امیر تیمور گورگانی کے اقتدار سے خالی تھا۔ اس لئے حضرت امیر کبیرؒ نے کشمیر کو خصوصی طور پر تبلیغ اسلام کا مرکز قرار دیا۔ اگر آپ دریافت کرنا چاہیں کہ امیر تیمور جیسا مسلم حکمران سادات عالی صفات سے کیوں ناراض ہوا تھا تو اس کا مؤرخ کشمیر مولانا محمد سعادت وغیرہما نے یہ سبب لکھا ہے کہ امیر تیمور کی یہ عادت تھی کہ وہ شبانہ اپنے قلمرو میں فقیرانہ لباس زیب تن کر کے اپنے رعایا کی حالات اور واقعات تجسس کرتا تھا کہ ظالم و مظلوم، کمزور و توانا، غریب و بے کس اور امیر و وزیر کے حالات کا علم

انہیں اچھی طرح ہو جائے۔ اسی اثنا میں وہ شبانہ ایک جھونپڑی
میں داخل ہوا تو گھر کے چھوٹے اور ننھے بچے اپنی بوڑھی ماں
سے کھانا مانگتے تھے، ماں نے اُن کو جواب میں کہا کہ بیٹا جانتی
ہوں تم دو دن سے بھوکے ہو مگر میں کہاں سے کھانا لاؤں اور
تم کو کھلا دوں۔" امیر تیمور پر بڑھیا کے اس جواب نے
زبردست اثر کیا تو اس نے مخفی طریقے سے اس مکان کے
صحن میں اشرفیوں کی دو تھیلیاں پھینک دیں کہ بڑھیا
ان کو اپنے مصرف میں لائے گی۔ ہوا یہ کہ صبح کو بڑھیا نے
اشرفیوں کی دونوں تھیلیاں اُٹھا دیں اور ایک اشرفی خرچ
کر کے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے کھانے پینے کا سامان مہیا
کیا۔ یہ بات اس کے پڑوسیوں تک پہنچ گئی۔ ان کو سیادت کا
غلط اور بے بنیاد دعویٰ تھا تو انہوں نے بڑھیا پر چوری کی
تہمت لگا کر اس سے اشرفیوں کی دونوں تھیلیاں چھین لیں۔
ادھر امیر تیمور پھر جلدی دوبارہ بڑھیا کا حال دیکھنے کے لئے آیا
تو دیکھا وہ بیچاری اب بھی کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ اور
بڑھیا سے ماجرا دریافت کیا تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا
امیر تیمور نے فرضی سید صاحب کو بلا کر غضب ناک حالت میں
اس سے صورتِ حال دریافت کی، اس نے پھر بھی کہا کہ بڑھیا
نے ہمارے گھر سے اشرفیوں کی دو تھیلیاں چرالی تھیں۔ اس
پر بادشاہ بہت غضبناک ہوا، اور وہ نہ صرف اس پر بلکہ

ہمارے سیاروں پر غضبناک ہوا۔ بے چارے نیک سیرت سادات اُس کے غصہ سے بچنے کے لئے اپنے ملکوں کو چھوڑنے اور دوسرے ملکوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ امیر تیمور نے سادات سے شجرہا اور دستاویزات مانگنے شروع کئے مگر صاحب علم جانتے ہیں کہ یہ واقعہ امیر تیمور کی عام سادات کرام جن میں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رح جیسے بھی ہوں ناراضگی کی وجہ نہیں ہو سکتی کہ قصور ایک کا ہو تو دُنیا بھر کے سادات کرام کو دھر لیا جائے، نہ یہ عقلمندی ہے اور نا ہی انصاف کا تقاضا۔ بلکہ امیر تیمور گورگانی کی سادات کرام سے ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ خراسان، ہمدان، سمرقند، ماوراالنہر اور دوسرے اسلامی بلاد پر قابض ہوا، تو وہ سمجھ گیا کہ اب وہ بلاشرکتِ غیرے اقتدار اور سلطنت کا مالک ہوا۔ مگر جونہی اس نے علماءِ اسلام اور سادات عظیم ذوی الاحترام کا غیر متزلزل تسلط اور مذہبی اقتدار مسلمانوں کے دلوں پر گھر کیا ہوا دیکھا تو وہ تلملا اُٹھا اور اُن سے خطرہ دکھائی دیا کہ کہیں یہ حضرات اس کے اقتدار میں شریک نہ بن جائیں، کیونکہ عام طور پر اس قسم کے اقتدار کے بھوکوں نے ہمیشہ مفادِ خصوصی کی خاطر شرفائے اور خدا تعالیٰ کے پیارے بندوں کو تکلیفیں دیں اور ملکِ خدا

کے تحت امیر تیمور گورگانی نے سادات کو ستانا شروع کیا اور ان کے شجرہ جات اور تاریخی دستاویزات مانگنے شروع کئے امیر تیمور گورگانی کی سادات سے ناراضگی کی وجہ تو جو ہو سکتی ہے نہ وہ جو عام طور پر اہلِ تاریخ لکھتے ہیں۔ بہر حال کچھ بھی ہو حقیقت یہ ہے کہ ساداتِ کرام اور امیر تیمور کے درمیان اَن بَن اور اختلاف ضرور تھا، جس کی وجہ سے ساداتِ کرام نے اس کے قلمرو سے ہجرت کی۔ ہجرت کرنے کا سوال درمیان آکر حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے ایسی جگہ جانا چاہا جو کہ تیمور گورگانی کے اثر و اقتدار سے خالی ہو تو تحقیق کے بعد ان کو وہ جگہ کشمیر ہی دکھائی دیا کیونکہ سلطان شہاب الدین اور سلطان قطب الدّین کشمیری کو تیمور کے خاندان کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔

تیسرے سوال کا جواب

سوال یہ ہے کہ حضرت امیر کبیر رح کشمیر میں اپنے پُرخلوص مشن میں کس حد تک کامیاب ہوئے اور یہ کہ آپؒ نے اس کا پروگرام کس طرح تیار کیا۔

حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے تیمور گورگانی کے مخالفت سے دُور رہتے ہوئے کشمیر میں ضرورتِ تبلیغ کی

شدت محسوس فرما کر حکیمانہ طریق کار اور مدبرانہ رویہ اختیار کیا کہ یہاں کشمیر کے سیاسی اور مذہبی حالات دریافت کرنے کے لیے جناب سیّد حسن سمنانی اور جناب سیّد تاج الدین صاحب کو کشمیر کے ملکی انتظامات دیکھنے اور بچشم خود ملاحظہ کرنے کے لئے کشمیر روانہ فرمایا۔ یہ دونوں حضرات سلطان شہاب الدین شہمیری کی تخت نشینی کے دوسرے سال ۷۶۲ھ میں پیر پنجال کے راستے کشمیر کی حدود میں داخل ہوئے۔

مصنّف تاریخ اعظمی نے لکھا ہے کہ جس وقت جناب سیادت دستگاہ سیّد حسین و سید تاج رحمہم اللہ پیر پنجال کے پہاڑ پر پہنچے تو سیّد حسین کا گھوڑا سخت تھک گیا تھا۔ ایک طرف سے اس کا چلنا مشکل تھا تو دوسری طرف سے وہ جگہ ٹھہرنے اور لنگر ڈالنے کے لئے موزوں نہ تھی۔ اس لئے آپ بطور کرامت و خرق عادت ایک پتھر پر سوار ہو گئے تھے۔ اور اس پتھر کو اسپ رہوار کی طرح دوڑایا، ساتھ ہی خیال آیا کہ کہیں اس سے میری شہرت نہ ہو جائے۔ اس لئے شہرت سے بچنے کے لئے جناب سید سمنانی رح نے اس پہاڑی کے قرب و جوار کو لگام جیسے صحت افزا مقام کو اپنی ورود گاہ اور منزل بنایا، اور بعد میں ہر دو حضرات نے پورے اطمینان کے ساتھ یہاں کے تمام حالات کا جائزہ لیا اور خطہ جنت نظیر کشمیر کو امیر تیمور گورگانی کے افرا

اور اقتدار سے خالی پایا اور فوراً کشمیر کے تمام حالات قلمبند
فرما کر حضرت میر سیدؒ علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف بمقام
خوضستان جہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے لکھ دیئے۔ اور حضرت
موصوف کو کشمیر آنے کی دعوت دی۔ جناب سید محمد حسین سنبھالی
کی تشریف آوری کی تاریخ اس شعر سے نکلتی ہے۔

"خرد گفت تاریخ تشریف او — قدم رنجہ سیدؒ نیک رو"

اس لئے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ ۷۷۴ھ میں پہلی دفعہ
برائے تبلیغ دین کشمیر میں تشریف آور ہوئے۔

پیر پنجال میں حضرت امیرؒ کا پہلا مبلغانہ کارنامہ

کہتے ہیں جب آپ پیر پنجال کی چوٹی پر پہنچے تو ایک نہایت
بدشکل و بدصورت سرکش انسان کو دیکھا جس کا ظالمانہ طریق
یہ تھا کہ مسافروں اور چلنے والوں سے از قسم نقد و جنس نذرانہ
وصول کر لیتا تھا۔ اگر دینے والا اس میں کسی قسم کا پس و پیش
کرتا تھا تو اس کو اپنی باطل طلسموں اور ناپاک طریقوں سے تکلیف
دیتا تھا۔ حضرت امیر کبیرؒ جب اس کے اس حال سے واقف ہوئے
تو آپؒ نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ ہے کہ اس کو اپنی روحانی
طاقت اور اخلاق حسنہ سے اسلام کے دائرہ میں لا کر پیر محمد

نام رکھا۔ اس طرح حضرت سیّد تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف سے
مسافروں کو اس کے شر اور وبال سے نجات دلائی اور دوسری
طرف سے اس کو رشد و ہدایت کے زیور سے آراستہ کیا۔ جب
آنجناب سرینگر میں رونق افروز ہوئے تو سید تاج الدین مذکور
کے محلات شہاب الدین پورہ میں کچھ دن کے لئے آرام فرمائے
تاریخوں میں مذکور ہے کہ محلہ علاء الدین پورہ کے قرب
وجوار میں ایک مسجد شریف تھی جس میں لوگ اس خطرہ سے
شبانہ ٹھہرنے سے ڈرتے تھے کہ ان کے خیال میں وہاں جن
یا اور کوئی خطرناک بلا ہے جو ان کی جانوں پر اثر انداز
ہوتی تھی۔ اس لئے اُن کی عادت تھی کہ عشاء کی نماز
پڑھ کر مسجد شریف کا دروازہ بند کرتے تھے تاکہ شبانہ کوئی
مسافر اس میں داخل نہ ہو جائے ، تو پھر اس کی خیر نہیں ہوگی۔
حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس
مسجد شریف میں نماز پڑھی ، تو ان لوگوں نے مسجد شریف
کا دروازہ بند کرنا چاہا اور حضرت امیر کبیر رح سے باہر آنے کی
استدعا کی ، مگر آپ نے مسجد شریف میں ہی قیام فرمایا ،
اہل محلہ کے باخبر لوگ رات کو اس یقین پر تھے کہ مسافر
صبح تک ضرور مر جائے گا ۔۔۔ مفتی محمد سعادت مرحوم کا بیان
کہ رات کو مسجد شریف میں حضرت امیر کبیر رح کے سامنے ایک برقعہ
پوش عورت چمکتی ہوئی مشعل کی طرح بے نقاب کھڑی ہوئی

تو آنجناب رحؒ نے پورے غیظ وغضب کے ایک پُر جلال اور پُر اسرار نظر اس کی طرف ڈالی تو وہ جل کر رائی کے دانوں کا ایک ڈھیر بن گئی۔ صبح کے وقت جب محلہ والے مسجد شریف میں نماز پڑھنے کے لئے آئے تو وہ حضرت امیر کبیر رحؒ کو صحیح وسلامت اور تندرست دیکھکر تعجب میں پڑ گئے اور تب وہ حضرت امیر کبیر رحؒ کی روحانی عظمت کے قائل ہو گئے۔ اور پورے اعتقاد سے آپ رحؒ کے حضور میں پیش آئے۔ چونکہ حضرت امیر کبیر رحمتہ اللہ علیہ کا یہ واقعہ بہت دور تک پھیلا اور اہل اسلام بہت خوش ہوئے۔ لوگوں نے آپ رحؒ سے عرض کیا کہ حضرت! پاس ہی دریائے بہت کے کنارے پر ایک پرانا بت خانہ ہے جو کالی شوری کے نام سے مشہور ہے۔ اس بت خانے کی تعمیر راجہ پرورسین کے عہد میں ہوئی تھی۔ اس بت کدہ میں تقریباً تین سو سادھو موجود ہیں، ان پجاریوں کا سرگروہ شاہ پور نامی ایک پجاری تھا۔ ان پجاریوں کی عادت بلا تفریق مذہب وملت، شراب وکباب اور دوسری ذاتی ضروریات کے لئے عوام سے جبری ٹیکس وصول کرتے تھے کیا مجال کوئی اس کے ادا کرنے سے انکار کرے، اس لئے تمام مسلم اور غیر مسلم حضرات نے حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحؒ سے ان مظالم کی شکایت کی اور چاہا کہ اگر آنجناب رحؒ اپنے اخلاقی اور روحانی طاقت سے اُن کو ہدایت کرکے راہِ راست

بھر لائیں تو یہ آپ کی عنایت اور غریب پروری ہوگی، اور ہم تا دیر آپ کے شکرگذار رہیں گے۔

حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ یہ افسوسناک واقعہ سنتے ہی کالی شوری کے مندر کے پاس پہنچے اور ادھر سے مندر کے بڑے پجاری شاپور کو آپؒ تشریف آوری کا مقصد کسی طرح معلوم ہو گیا، تو وہ بھی پوری شان و شوکت کے ساتھ عریاں محض صرف برائے نام کھٹی ہوئی لنگوٹی ڈراونی چشم نہایت لاغر اور بدشکل، دبلا پتلا، ہڈیاں اور پسلیاں گننے میں آنے والی بھنگ اور نشہ آور چیزوں کے پینے کا عادی، آنکھیں سخت سرخ ۔۔ غرض اس عجیب و غریب حالت میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا۔ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ یہ کوئی علم غیب کا راز دار ہے۔ یہ مغرور حضرت امیرؒ جیسے مقدس انسان کے سامنے بے بنیاد دعوے کرتا رہا اور بجائے نذرامرت اپنی بڑائی بیان کرنے لگا، اتنے میں ایک چھلانگ مار کر ہوا میں اُڑنے لگا۔ فضائے آسمانی کا راستہ لیا اور لوگ اس کا یہ طریقہ دیکھ کر انگشت بدندان رہ گئے۔ مگر سیدنا حضرت امیر کبیرؒ اور دوسرے باخبر انسان ان طلسموں اور مسمریزم کے کرتبوں سے کب گھبرانے والے تھے اور پھر وعدۂ الٰہی کشمیری لوگوں کے حق میں پورا ہونے ہی والا تھا کہ: "قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔" کہدو کہ حق کے انکشاف و ظہور اور غالب ہونے کا وقت آگیا

ہے اور باطل، جھوٹ، مکر، بددیانتی اور فریب کاری کے مٹنے کا وقت آپہنچا۔ بے شک باطل حق کے سامنے تاب مقاومت نہ لا کر مٹ کر ہی رہے گا۔" اس لیے سیّدنا حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفۂ خاص سیّد کبیر بیہقی رح کو اشارہ فرمایا کہ شاہ پور کو اُتار کر پکڑ لاؤ۔ انہوں نے پورے طمطراق اور قوّت و شان سے شاہ پور پجاری کو امیر کبیرؒ کے سامنے پیش کیا۔ اس واقعے کے ظہور سے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں حضرت میر سیّد علی ہمدانی رح کی صداقت اور دینِ اسلام کی سچائی اور حقانیت کا زبردست اثر ہوا کہ خود شاہ پور حضرت امیر کبیرؒ کے ساتھ مقابلہ کرنے میں ناکام رہا، اور آپ کی صداقت کا اقرار کیا۔ اسطرح چند گھرانوں میں حضرت امیر کبیرؒ کے اخلاص اور روحانیت سے کالی شوری کا مندر مرکزِ توحید و اسلام بنا۔ شاہ پور اور باقی پجاری حضرت امیر رح کی صداقت دیکھکر اپنی مرضی سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اس صورتِ حال نے تمام حق پرستوں اور طالبینِ حق کو راہِ راست پر لایا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعے سے متاثر ہوکر حضرت امیر کبیرؒ کے دست حق پرست پر سینتیس ۳۷ ہزار غیر مسلم لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

الیسی کما حقہا لی کیوں نہ ہو، ماشاءاللہ جبکہ جناب حضرت امیر کبیرؒ

کی شان اور منقبت ثنا خوانی [illegible] سے عیاں ہے

کہتے ہیں

منبعُ الجود مصدرُ البرکات ۔ مطلعِ روی سیدُ السادات

نورِ قندیلِ عرشِ رحمانی ۔ میر سید علی ہمدانیؒ

ہم نے اوپر عرض کیا ہے کہ حضرت امیر کبیرؒ نے نہایت حکیمانہ اور مدبرانہ طریقِ کار اختیار فرمایا کہ ملکِ کشمیر میں دینِ اسلام کو روشن فرمایا اور نہایت محدود وقت میں کشمیر میں اقامت فرما کر کشمیر سے ہندوستان روانہ ہوئے اور ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیاحت فرما کر حرمین شریفین کی زیارت کی۔ حرمین شریفین کی زیارت کے دوران یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضۂ پاک پہ بہ نیت صلوٰۃ و تحیات حاضر ہوتے تھے کہ ایک مرتبہ آپؒ نے "السلام علیک یا جدی" کے محبت بھرے لفظوں سے سلام عرض کیا اور بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ جواب آپؒ نے اچھی طرح سے سن لیا "وعلیک السلام یا ولدی" (یعنی اے میرے بیٹے تم پہ بھی سلام ہو) ۔ اس دفعہ آپؒ نے عربستان اور دوسرے ممالک میں کافی وقت سیر و سیاحت اور بزرگانِ دین کی ملاقات میں صرف کیا۔ طرفہ یہ ہے کہ جس کشمیر میں آپ نے بسلسلۂ تبلیغ مختصر مدت میں اتنی عظیم کامیابی حاصل کی مگر وہاں چار ماہ سے زیادہ قرار نہیں فرمایا۔ غالباً آپ نے اپنے

طرزِ عمل سے اپنے مخاطبین کو بتایا کہ کشمیر میں آکر تمہارے اقتدار اور حکومت میں شریک ہونا نہیں چاہتا، نہ مجھے تمہارے نذرانوں اور تحائف کی ضرورت ہے اور نہ تمہاری تعریفوں اور خوشامد کا طالب ہوں۔ بس میرا مقصد اسلام کی سچائی اور حقیقت کا کلمہ تم تک پہنچانا ہے۔ اور باقی رہا میرا بدلہ اور محنتانہ تو وہ ربِّ العالمین عطا فرمائے گا۔ "اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہ"۔ میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اب آپ ہی فرمایئے، کہ حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ جیسے مبلغ، شفیق اور مہربان کہاں ملیں گے، اور نہ یہ سعادت ہر ایک کے حصّہ میں آئی، جیسا کہ آپؒ خود اپنی شہرۂ آفاق کتاب "ذخیرۃ الملوک" میں فرماتے ہیں:

سرِّ عشق از سرِّ بیان دور است
شرحِ این قصّہ از میان دور است

ہر خسے کے رسد باوجِ کمال
طالب نام زین نشان دور است

اے بہ حرص و ہوا کمر بستہ
این حکایت ازان بیان دور است

بہر حال حضرت امیر کبیرؒ کے کشمیر میں آنے کی کچھ بھی وجوہات اور

اسباب ہوں۔ مگر ربّ جلیل نے یہ فخر و سعادت صرف حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ کے لئے مخصوص فرمائی کہ ظلمت کدہ کشمیر آپ ہی کے ہاتھوں اور مساعی جمیلہ سے دار الاسلام بن جائے ـــــ اے کاش! کشمیر کے واعظ و قائد عوام و خواص اور مسلمانوں سے استحصال کرنے والے عالی درجات ذرا یہ بھی سوچتے کہ حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کا یہ مقدس مشن آیندہ کس طرح زندہ رہے گا۔

بہر حال حضرت سیّدنا علی ثانیؒ کے دل و دماغ میں پھر یہ خیال آیا کہ جس کلمۂ اسلام کی میں نے کشمیر میں بنیاد ڈالی تو اُسے با قاعدہ اور صحیح تشکیل دینے کی اشد ضرورت ہے اس لئے آپؒ نے زیارت حرمین شریفین سے واپسی پر پھر اپنے ساتھ سات سو سادات اور علمائے لائے، اور ۷۸۱ھ میں سلطان قطب الدین شہمیری کے عہد حکومت میں وارد کشمیر ہوئے اور پورے ملک میں مبلغین اسلام، مساجد اور خانقاہوں کا روحانی اور اخلاقی جال بچھا دیا۔ چنانچہ اس مرتبہ خصوصیت کے ساتھ آپؒ نے خانقاہِ معلّی سرینگر، خانقاہ ترال، ڈورو (اسلام آباد)، کھچھ لون سوپور، بارہمولہ، وچی، مٹن اور مارتنڈ میں تعمیرات کرائے، اور ہر جگہ اخلاق اور آئین اور دین اسلام کے اصول و فروع کی تشکیل و تشریح کی اور بے شمار کشف و کرامات کا ظہور آپؒ سے ہوا ہے۔

آپ کے دوسری بار کشمیر آنے کی تاریخ بقول قاری محمد حسن صاحب گیارہ یا بارہ ۷۸۱ھ ہجری ہے۔ یہی راقم کے نزدیک زیادہ صحیح اور درست ہے۔ اس مرتبہ آپ نے بقولِ مصنف مذکور دو سال چھ ماہ تک کشمیر میں قیام فرما کر لداخ کے راستے سے ترکستان واپس ہوئے اور بڑے بڑے مشہور مقامات کاشغر، ختن، چین اور ترکستان کی سیر و سیاحت کرنے کے بعد آقشو کی حدود میں جہاں اصحاب کہف کا غار ہے پہنچے۔

اس کے بعد جناب میر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ تیسری مرتبہ ۷۸۵ھ ہجری میں پھر تشریف لائے اور قوانینِ شریعت اجرا کرنے کا داعیہ دلِ مبارک میں پیدا ہوا تھا۔ اندازہ تو کیجئے کہ کس نرمی اور متانت کے ساتھ حضرت امیر کبیرؒ اس ملک میں دینِ اسلام کی تبلیغ فرما رہے ہیں۔ اس میں ہمارے لئے بڑی نصیحت ہے۔

اب اس مقام پر پہنچ کر آپ کو حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ کی کامیابی کا اچھا خاصہ اندازہ ہو گا، اور آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آپ نے مختصر مدت میں کتنی عظیم کامیابی حاصل فرماتے ہیں اور ایک بڑی قوم کی تقدیر کس طرح تبدیل کی مگر آپ ہرگز دل میں یہ خیال نہ لائیے کہ حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس ملک میں تبلیغ کی راہ میں

کوئی رکاوٹ نہ لائی گئی۔ اگر آپ کے دل و دماغ میں اس قسم کا خیال ہے تو آپ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ اجنبی انسان کو دوسرے ملک میں اس قسم کی روحانی اور دینی تحریک پیش کرنے میں جو رکاوٹیں درمیان میں لانا ممکن تھا وہ رکاوٹیں برابر آپؒ کی راہ میں حائل کی گئیں۔ مگر انصاف پسند کشمیریوں نے آپؒ کی صداقت بے غرضی، ایثار اور مافوق العادات کمالات دیکھے تو دوست دشمن، اپنے اور پرائے، حاکم و محکوم سب کے سب آپؒ کی دعوت قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہی ان کی کامیابی کا واحد راز اور اس زمانے کے مبلغوں کی ناکامی کا سبب ہے۔

بہر حال اب ہم چوتھے سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ سوال یہ تھا کہ حضرت کی کامیابی کے عوامل و اسباب کیا تھے؟ لیجئے جواب ملاحظہ فرمایئے:

حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ اسلام کو سیاست و اقتدار کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا، اور خالص دینی دعوت پیش کر کے آپؒ کے دل میں حکومت اور کرسی نشینی کی ہوس نہ تھی اور نہ اس کی خواہش کی۔ بلکہ آپؒ نے توحید و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، حشر و نشر، ریاضت و عبادت کی طرف دعوت دی۔ وہ اس طریق کار سے کہ آپؒ کے مخاطبین یہ سمجھ گئے کہ آنجنابؒ بندگانِ خدا پر مہربان ہیں۔ وہ سمجھ گئے دعوتِ اسلام سے آپ کا مقصد صرف بنی نوع انسان کی اصلاح

اور تزکیۂ اخلاق ہے۔ آپؒ کے مخاطبین نے باور کیا کہ حضرت امیر کبیر رحمہ اللہ جس بات کی دعوت دیتے ہیں وہ پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور انہوں نے وثوق حاصل کیا ہے کہ آپ مالی استحصال اور ہوس اقتدار سے پاک ہیں۔ اور ان لوگوں کو یقین تھا کہ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ بری رسموں اور غلط طریق کار سے نجات دہندہ ہیں، تب اس وقت کے عوام و خواص نے اپنے آبائی مراسم اور مذہب کو خیرباد کرکے دین اسلام قبول کیا۔ فرض کرو کہ اگر ان لوگوں کے دل میں ذرہ برابر یہ شک گزرتا کہ حضرت امیر کبیرؒ کشمیر کی سیاست پر چھا جانا چاہتے ہیں یا کشمیر سے سونا چاندی لینے کے لئے آئے ہیں، تو کیا اس صورت میں بھی حضرت امیر کبیرؒ کامیاب ہوتے؟ ہرگز نہیں۔ دوستو! اگر حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی آپ کو محبت ہے تو عملاً وہ کر دکھاؤ جو آنجنابؒ نے اپنے عمل اور کردار سے کر دکھایا ہے۔ ل

۲۔ حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپؒ نے شافعی المسلک ہونے کے باوجود اختلافی مسائل سے سخت گریز کیا۔ حضرت امیر کبیرؒ کی سو سے زیادہ تصنیفات

ل: اسی لئے اس ذرہ بے مقدار اور اس کے جلیل القدر قدیم و جدید ساتھیوں نے علمی سیاست سے ہمیشہ کنارہ کشی کی۔

اور تالیفات ہیں۔ مگر مجال کیا کہ آپؒ کسی بھی جگہ ان کتابوں میں فقہی اختلافات دیکھیں گے۔

یہ ہے جناب حضرت میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کا کمال ایثار، عقلمندی اور حسن تدبر کہ آپؒ نے دینی دعوت اور "تحریک تبلیغ اسلام" کو فتنہ و فساد، اختلافات اور گروہ بندی سے صاف و پاک رکھا۔ آپ یقین کیجئے کہ دُنیا میں صرف اسی قسم کی مصلحانہ اور حکیمانہ دینی دعوتیں کامیاب ہوتی ہیں مگر افسوس ہے کہ آجکل رسمی مبلغوں نے اس بہترین طریقہ کار کو فراموش کر دیا ہے کہ ان کی تبلیغ و تحریر میں اصلاحِ نفس کا کہیں ذکر نہیں ملے گا۔ صرف وہاں اختلافات، گروہ بندی، عصبیت، بزرگانِ دین اور ائمہ مجتہدین کی مخالفت و حقارت سطر سطر اور صفحہ صفحہ میں جلی قلم اور نمایاں سرخی سے لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ حضرات بسم اللہ ہی میں اپنے مخاطبین پر "من حیث لا یشعرون" یہ واضح کرتے ہیں کہ وہ ان کے دشمن ہیں۔ نعوذ باللہ، ہمیں کسی اسلامی گروہ سے کوئی چڑ اور عداوت نہیں بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمام دینی جماعتیں اور انجمنیں پھلیں اور پھولیں، اور دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کریں۔ لیکن خدارا وہ حضرات حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے اس اخلاص و ایثار سے نصیحت

حاصل کریں، اور حضرت امیر کبیرؒ چاہتے تو آپ ایک اشارہ سے حضرت بلبل شاہ صاحبؒ کا حنفی مسلک ختم کرا سکتے تھے۔ مگر اس پختہ کار ولی خدا نے کتنی بہترین تعلیم امتِ مرحومہ کو دی کہ مبلغ اسلام کو اختلافات میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ کیونکہ اختلافات میں غوطہ زنی کرنے سے اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کچھ حضرات نہایت معصومانہ طریقہ سے اپنی گروہ بندی اور حلوے مانڈے کو فروغ دیتے ہوئے اپنے سیدھے سادھے سامعین سے فرماتے کہ صاحب دیکھو۔ حضرات! حضرت میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اس لئے اس اونچے درجہ تک پہنچ گئے کہ وہ رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے۔ افسوس اور صد افسوس اس سمجھ پر ۔[1]

ایسے رویہ اور طریق کار کو ہم بازاری لفظوں میں بد دیانتی نہیں کہتے البتہ بھولے پن سے ضرور تعبیر کریں گے۔

لہٰذا خلاصہ گذارش ہے کہ اگر آپ کو حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی سچی محبت ہے

---

[1]: دینِ اسلام دینِ کامل اور زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور زمانہ ہے اور اس فرمان اور اس حکم کو دو باتوں میں بند کرنا اسلام پر بڑا ظلم ہے۔

تو آیئے! جناب حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کو واقعاتی حیثیت میں قوم کے سامنے پیش کریں اور آپؒ کی پاک زندگی کے تمام شعبوں میں تحقیق کریں تو معلوم ہو جائے گا اس ناہنجار زمانہ کے کسی بھی مسلمان کو حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کے ساتھ دور کی بھی نسبت نہیں ہے ــــ اور اس کمترین کا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ ہم سب جناب حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے سچے پیرو بنیں جو ہمارے کچھ معاصرین کو پسند نہیں ہے۔

۳۔ حضرت میر سید علی ہمدانی کے ظاہر و باطن میں یکسانیت

جب تک کسی مبلغ اسلام کا ظاہر و باطن دینی اور روحانی معرفت اور تقویٰ و طہارت کے ساتھ آراستہ نہ ہو۔ اور جب تک مبلغ اپنی پیش کردہ دعوت کے اصولوں پر اعتقاد اور عمل نہ رکھتا ہو تو وہ مبلغ کبھی اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اب آپ سیدنا حضرت میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ

کی سیرت و صورت اور تقویٰ و طہارت دریافت کریں اور آپ کی سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کریں تو آپ جناب میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کو شریعت کا پابند، طریقت کا ہیرو، حقیقت کا جوہری اور معرفت کا نچوڑ پائیں گے وہ کون سی خوبی ہے جو حضرت امیر کبیر میں موجود نہ تھی وہ کون سے آداب و مستحبات تھے جن پر آپ عمل پیرا نہ تھے؟ ۔ ان ہی خوبیوں اور محاسن کی بناء پر مختصر مدت میں آپ نے وہ کامیابی حاصل کی، جو دوسرے مبلغوں کو صدہا سال میں بھی حاصل نہ ہوئی ۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً
مثوابتہ الیٰ یوم الدین ۔

۲۔ مبلّغ اسلام کے لئے عالم دین ہونا ضروری ہے

یاد رکھیئے کہ جب تک مبلّغ اسلام قرآن، حدیث، اجماع امت، قیاس مجتہدین، ناسخ و منسوخ، علمائے امت کے مختلف اقوال و تاویلات اور چہار دہ صد سالہ مسلمانوں کے تمدنی اور تہذیبی نشیب و فراز سے واقفیت

نہ رکھتا ہو، تو ایسے مبلغوں سے مسلمانوں کو فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہوگا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ضروری ہے کہ جو مبلغ اسلام، محدثین کرام سے باقاعدہ شرف تلمذ اور زانوئے ادب تہہ نہ کرے تو وہ غلط کار ضرور ہوگا۔ باور نداری حضرت شاہ ولی صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے قول الجمیل مطالعہ کیجئے۔

آئیے اب آپ ان حقائق کی روشنی میں سیدنا امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کو لیجئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت میرؒ نے پہلے قرآن مجید حفظ کیا، پھر دس سال علوم متداولہ وقت کے علمائے سے حاصل کئے۔ پیران طریقت کی خدمت و صحبت میں کافی وقت گذارا، پھر اس کے بعد عالم کی سیر و سیاحت کے ذریعے باخدا انسانوں سے ہر ممکن طریقہ سے مزید علوم و فنون کا استفادہ کیا۔ تب حضرت امیر کبیرؒ نے میدانِ تبلیغ میں قدم رکھا اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار بڑے بڑے اولیائے کرام و مبلغین اسلام رحمہم اللہ میں ہوتا ہے، اسی طرح آپؒ ایک مسلم مصنف بھی ہیں چنانچہ آپؒ کی چھوٹی بڑی تصنیفات پونے دو سو کے قریب ہیں۔ ماشاءاللہ — آپ ان کتابوں

کا مطالعہ فرمایئے، تو آپ کو جناب حضرت میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شان اور تصنیف و تالیف کا اونچا مقام خود بخود روشن ہو گا۔[۱] اسی علم و کمال نے حضرت امیر کبیر رح کو ممتاز بنایا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ما اتخذ اللہ جاهلاً خليلاً۔" یعنی: خدا تعالیٰ نے کسی بے علم کو اپنا دوست نہیں بنایا۔"

حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات

آپ رح کی تصنیفات کے بارے میں بعض علمائے نے لکھا ہے۔ کہ حضرت میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی تعداد پونے دو سو (۱۷۵) کے قریب ہیں جن میں مندرجہ اندراج قابل ذکر ہیں - ۱- ذخیرۃ الملوک[۲] ۲- چہل اسرار،

---

۱ : افسوس ہے کہ مسلمانوں کے کچھ پیشوا ان چیزوں کی ضرورت محسوس کرنا کفر بتاتے ہیں۔

۲ : " ذخیرۃ الملوک " کے چوتھے اور پانچویں باب کا ترجمہ اور شرح انشاء اللہ عنقریب منظر عام پر آئے گا۔

۳- مودۃ القربیٰ
۴- تلقینیہ
۵- اربعینیہ،
۶- تفسیریہ
۷- ادادیہ
۸- الفتوہ،
۹- نفیسۂ فارسیہ
۱۰- ذکریہ
۱۱- منہاج العارفین
۱۲- وجودیہ
۱۳- اعتقادیہ
۱۴- درویشیہ
۱۵- حلِ مشکل
۱۶- عقلیہ
۱۷- سیریہ،
۱۸- مکتوبات شریف
۱۹- سبعین
۲۰- معرفۃ الزاہد
۲۱- وصیت نامہ
۲۲- مجمع الاحادیث
۲۳- اورادِ فتحیہ،
۲۴- مرآۃ الطالبین
۲۵- قواعد عشرہ
۲۶- داؤدیہ،
۲۷- ہمدانیہ
۲۸- اخلاقیہ
۲۹- اسرار النقط
۳۰- شرح اسماء اللہ
۳۱- نوریہ
۳۲- حل الفصوص
۳۳- مشارق الانوار
۳۴- آداب المریدین
۳۵- اسراریہ،
۳۶- شرح قصیدہ خمریہ
۳۷- فقریہ
۳۸- فارضیہ،
۳۹- چہل حدیث
۴۰- الدعوات وغیرہا۔

-(انتہی ما رقم المفتی رحمہ اللہ)-

حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ
کی بعض تصنیفات پر تبصرہ

جناب حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی تصنیف "ذخیرۃ الملوک" ہے

اصل میں یہ بادشاہوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ مگر سب مسلمانوں کے لئے برابر مفید ہے، یہ کتاب دس بابوں پر مشتمل ہے۔

- پہلا باب، ایمان کی شرطوں اور احکام ولوازم کے بیان میں ہے۔
- دوسرا باب، بندگی کے حقوق بجا لانے کے بیان میں ہے۔
- تیسرا باب، مکارم اخلاق کے بیان میں۔
- چوتھا باب، والدین اور قریبی رشتہ کے بیان میں۔
- پانچواں باب، حکومت، سیاست و رعایا کے حقوق، اور حکومت کی شرطوں اور عدل وانصاف کے بیان میں۔
- چھٹا باب، معنوی سلطنت اور خلافت انسانی کے بیان میں ہے۔
- ساتواں باب، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اس کے شرائط اور آداب کے بیان میں ہے۔
- آٹھواں باب، نعمتوں کے شکر کی حقیقت، انعام کی قسموں اور اللہ تعالیٰ کی عنایتوں اور مہربانیوں کے بیان میں ہے۔
- نواں باب، دنیوی مصیبتوں اور سختیوں پر صبر کرنے کے بیان میں ہے۔
- دسواں باب، تکبر وغضب کی مذمت کے بیان میں۔

اصل عبارت عربی آمیز فارسی میں ہے اور جگہ جگہ آیات اور احادیث اور بزرگانِ دین کے احوال واقوال سے آراستہ

اور اصلاحِ نفس کے لئے نہایت مفید ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ فقہی اختلافات آپ اس کتاب میں کہیں نہیں پائیں گے۔ اور اس کتاب کا خطبہ اس طرح شروع فرمایا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"حمد بسیار و ثنائے بے شمار مر حضرت ملکی را کہ اسباب معاش سکانِ خطہ ملک دنیوی را بہ تمہید قانونِ سیاست حکمی نظام داد حکیمی کہ عرصہ ملک معنوی را با استحکام قواعد مکارمِ اخلاق و محامد اوصاف بنای انتظام نہاد..... الخ"

یعنی، یہ خطبہ فصاحت و بلاغت اور براعتہ الاستہلال کا بہترین انموذج اور نمونہ ہے۔ کہ قصۂ داؤد علیہ السلام پر کتاب ختم فرماتے ہیں۔

"برخود توجہ کردی وگفتی الہٰی نفس ضعیف ناطاقت تابش آفتاب رحمت تو نمی آرد و طاقت آتش غضب تو ہیچگونہ آرد ایں احوال مہتران عرصہ نبوّت و سروران صفت ولایت ست و امثال ما مفلساں تیرہ روزگار بدیں معنی اولیٰ تر و قبۂ خوف و حیرت سبحان مالا لق تیہ"

اس کے بعد حضرت امیرِ کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ پانچ چھ سطروں میں ذخیرۃ الملوک ختم فرماتے ہیں۔

اے مبلغین اسلام! خدارا ان سطروں پر غور کیجئے اور اگر ایمانداری اور ٹھنڈے دل و دماغ سے آپ ان سطروں پر غور کریں گے تو آپ کو خود بخود حضرت میر سیّد علی ہمدانی کی کامیابی اور اپنی ناکامی کا راز واضح ہوگا۔ اور پھر مسجدوں میں بہتان تراشی اور افترا پردازی کا موقع کب آپ کو میسر آتا؟

حضرت میر سیّد علی ہمدانی کی تالیفات میں سے ایک مجموع الاذکار یعنی "اورادِ فتحیہ" ہے۔ یہ سب عربی زبان میں ہے اور بزرگانِ دین کے انفرادی وظائف کو اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ توحیدِ الٰہی اور اوصافِ باری کا مخزن ہے۔ اگر اورادِ شریف کے پڑھنے والے اور پڑھنے والے اس کے معانی و مفاہیم پر غور کریں گے، تو شرک و بدعت اور کفر و الحاد کا کہیں نام و نشان تک نہیں رہے گا۔ مگر افسوس ہے اس کا اثر صرف ہماری زبانوں تک محدود ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کے تمام وظائف کیا اخراج کیا جائے۔

چنانچہ ایک دن سپیشل جیل جموں میں مفکرِ ملت حضرت مولانا محمد سعید صاحب مسعودی مدظلہٗ نے فرمایا تھا کہ تم اس

کا استخراج احادیث کرو۔ مگر اوّلؔ تو میں اس قابل نہیں، دومؔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ پھر بھی اس وقت مختصر لفظوں میں اوراد فتحیہ پر مندرجۂ ذیل نوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مصنّف (میر سید علی ہمدانی رح) کی اہم تصنیفات میں سے مجموعۂ وظائف یعنی اوراد فتحیہؔ ہے جو اذکار و اشغال کا بہترین مُرقع اور نسخۂ کیمیا اثر ہے۔ بلاشک سلیم الفطرت مسلمانوں کے لئے اس کا پڑھنا اور اس پر پوری طرح پابند رہنا موجب قرار و آرام ہے۔ اور اگر واقعی تسکین قلب کی ضرورت ہے، تو وہ صرف ذکر و فکر اور اللہ تعالیٰ کی یاد اس کی عظمت کے اقرار اور توحید کے رموز و اسرار ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ "اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ،" نصِ قرآنی ہے کہ اچھی طرح سُن لو کہ یادِ خدا سے ہی ذاکروں کے دل چین اور قرار پاتے ہیں، اور ذکر ہی سے حجابات اور پردے دُور ہو جاتے ہیں۔ کلماتِ طیّبات پر مداومت کرنے سے حقائق اشیاء اور رموزِ حیات و انکشافات ہو جاتے ہیں۔ یعنی جس طرح ظاہری بدان اور اعضا کو صحت و سلامتی برقرار رکھنے کے لئے ظاہری اغذیہ اور ادویہ کی حاجت ہوتی ہے اسی طرح قلب و روح کی صحت و سلامتی اور نجات و سعادت کلماتِ طیّبات کے پڑھنے اور مشایخ کرام کے اشغال سے اُنس و محبت رکھنے سے حاصل ہوتی ہے

اور ہر وظیفہ اور ہر ذکر اپنے وقت میں پڑھنے اور ادا کرنے سے دل کے زنگ کو دور کر کے صفائے باطنی کے لئے ممدّ و مددگار بن جاتے ہیں۔ اور اس قسم کے اشغال و اذکار متنوع اور بے شمار' اور ان کو ادا کرنے کے طریقے مختلف اور ایک دوسرے سے الگ الگ بھی ہیں۔ مگر یاد رکھئے کہ تمام وظائف و اذکار و اشغال کا اصلی مقصود وصول الی اللہ اور پروردگار رحمٰن کی رضامندی حاصل کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں ـــ ہاں! یہ ضروری ہے کہ اذکار و وظائف کے معانی و مطالب، شریعت و طریقت اور روایت و درایت کے برخلاف نہ ہوں' اور یہ بھی ضروری ہے کہ سالک اور ذاکر کو اذکار انا علو و اقتدار و استحصال مقصود نہ ہو' پھر دیکھنا کہ ظاہری سلاح تو بے اثر ہو سکتا ہے ـــ مگر روحانی سلاح و سامان کبھی بے اثر نہیں ہو سکتا۔

آیئے! ان چند سطروں کے بعد اَوْرادِ فتحیّہ کے کلماتِ طیّبات اور ان کے معانی و مفاہیم پر غور کیجئے۔ تو بلاشبہ آپ اس پاک اور مقدّس مجموعۂ توحیدِ الٰہی، جلالِ ربّانی اور جمالِ یزدانی کا وہ اثر اپنے دل میں محسوس کریں گے کہ جو شاذ و نادر ہی دوسرے وظائف میں آپ پائیں گے کیونکہ چار سو سے زائد اولیائے کرام سے استفادہ کر کے حضرت مُصنّف رح نے یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جو تمام مشارب و مسالک

کے پیروؤں کے لئے ینابیع اور حقیقی چشمۂ شیریں تھے۔
عصرِ حاضر میں بہت سے لوگ اذکار و وظائف کے پابند ہیں مگر ان کا مدّعا تسخیرِ قلوب، اظہارِ عظمت اور استحصالِ غیر شرعی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر معنا اللہ مشائخ سابقین اس قسم کے غیر شرعی افکار سے پاک و صاف ہیں۔ ان حضرات کے ہاں اس قسم کے وظائف سے تنویرِ سِرّ و روح، حصولِ قُربِ ربّانی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ پھر اوراد فتحیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ توحیدِ الٰہی کے جملہ اصولِ اعتقاد پر مشتمل اور حاوی ہے اور خاص کر اس میں "اَسْمَاءُ حُسْنٰی" ہیں جن کے متعلق احادیث مبارکہ میں آیا ہے: کہ "ان کا پڑھنے والا جنتی ہے۔" اس میں علم کے مُسلّمہ اصول ہیں جیسے:

"وَاحِدٌ لَا مِنْ قِلَّةٍ وَ مَوْجُودٌ لَا مِنْ عِلَّةٍ اور اَوَّلٌ قَدِيْمٌ بِلَا ابْتِدَاءٍ وَ اٰخِرٌ كَرِيْمٌ بِلَا انْتِهَاءٍ اور يَا مُدَبِّرًا بِلَا وَزِيْرٍ اور يَا مَنْ تَقَدَّسَ عَنِ الْاَشْبَاهِ ذَاتُهٗ وَ تَنَزَّهَ عَنْ مُشَابَهَةِ الْاَمْثَالِ صِفَاتُهٗ" —— اور اسی قسم کے زرّیں جملے اور فقرے جو ایک طرف اصولِ عقاید یاد دلاتے ہیں تو دوسری طرف سے تنویرِ روح و قلب اور صفاءِ دروں کے لئے اکسیرِ اعظم ہیں۔ اس لئے حضرتِ مُصنّف کے بعد اس

ملک کے جتنے اولیاء اور علماء و فقہاء پیدا ہوئے کسی نے اس مجموعۂ وظائف کے پڑھنے سے منع نہیں کیا، مگر انہوں نے اس کو حرزِ جاں بنایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِنتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں اوراد فتحیہ کی عظمت و رفعت بیان کی ہے۔

عام طور پر اس کے پڑھنے کے اوقات مشائخ سے دو وقت ثابت ہیں ایک تو فجر نماز کے بعد، اور دوسرا عشاء نماز کے بعد جس کی واضح اور روشن دلیل قرآن کریم سے ثابت ہے۔ رہا یہ سوال کہ اس کا جہراً پڑھنا جائز ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کلمات جہراً پڑھنا احادیث سے ثابت ہیں۔ البتہ جہراً افراط اور طریقۂ اعتدال سے متجاوز نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر اس قسم کے اعتقادی وظیفہ پڑھنے سے دوسرے مسلمانوں کے کان آشنا ہوں گے، اور سننے والوں کے دلوں کے لئے باعث تسکین ہو جائیں تو زہے سعادت۔ پھر میرے نزدیک خوانق اور مساجد کے احکام ایک سے نہیں ہیں، کہ جس طرح اوقاتِ نماز میں مبلغین کی تبلیغ مسجدوں میں جائز ہے۔ اسی طرح ان کلمات کا مساجد میں جہراً پڑھنا بھی بطریق اولیٰ جائز ہے کہ دونوں کی غرض تبلیغ اور تقرب الی اللہ ہے۔

رہا اوراد فتحیہ کے آخر میں جو صلوٰۃ و سلام کے صیغے

بصورت خطاب ہیں تو ان کو اسی طرح آپ سمجھ لیجیے کہ جس طرح آپ تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ... الخ پڑھتے ہیں، اور اگر کوئی کہے گا کہ وہاں ہم حکایتاً پڑھتے ہیں تو ہم کہیں گے اس کی سند لاؤ اگرچہ ضعیف ہی ہو۔ " وَلَن یَّهْتَدُوْا اِلٰی ذٰلِكَ سَبِیْلًا۔ "

بہرحال ہم ان شاء اللہ الرحمٰن اس مجموعہ وظائف پر اور کسی وقت مفصلاً تبصرہ کریں گے۔ اس وقت تو ہم صرف اتنا ہی بتانا چاہتے ہیں کہ اورادِ فتحیہ جناب حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے قیمتی تحفوں میں سے سب سے بڑا وہ مقدس تحفہ ہے جو آپ نے ہمارے لئے اپنے بعد چھوڑا ہے۔ رضی اللہ عنہ و رضاہ عنہ "

منہاج العارفین!

اس تصنیف حضرت امیر کبیر رح نے بزرگان دین کی ایک سو بیاسی (۱۸۲) نصیحتیں جمع کی ہیں جو باخدا بننے کے لئے اکسیر ہیں۔ میں نے اُن کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

بہرحال ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت میر سید علی ہمدانی رحمہ اللہ جس طرح بے نظیر مبلغ اور دعوتِ حق کے کامیاب علمبردار ہیں، اسی طرح آپ رح علمی دنیا کے درخشندہ تارے اور

کامیاب مُصنّف ہیں۔ آپ رح کی تمام تصنیفات و تالیفات بہترین اخلاق اور حُسنِ کردار پیدا کرنے میں بے حد مفید ہیں۔ اس رسالہ میں حضرت میر سیّد علی ہمدانی رح کی دیگر تصنیفات پر ہم تبصرہ کرنے سے معذور رہیں۔

اب ہم حضرت امیرِ کبیر رحمتہ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف "چہل اسرار" کے اس غزل پر تبصرہ کی مختصر بحث ختم کرتے ہیں کہ آپ رح کی جملہ تصانیف کا جزِ مشترک تزکیہ اخلاق، اصلاحِ نفس، طہارتِ باطن، حلم اور تواضع، بندگانِ خدا سے محبّت۔ نیز بدعات، کبر، ریا، خود پسندی غفلت و ریاکاری سے دوری اور نفرت۔ اور ہر جگہ آپ رح بلا اختلاف کتاب و سُنّت اور توحید و رسالت کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور خاص کر آپ رح کی "چہل اسرار"، توحید، وحدت الوجود، وحدت الشہود اور اسرارِ ربّانی کی طرف کشش بڑھا رہا ہے۔ اس میں دوئی غیرت ذاتِ باری کا کہیں ذکر تک نہیں اور بعض غزلوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہے۔ آپ رح سعادت کا دارومدار رُبانی ذکر و فکر اور وصول الی اللہ ہی میں قرار دیتے ہیں۔ اور شقاوت بس یہی ہے جو اس کے ذکر و فکر اور اپنے اصل اور سرچشمہ حیاتِ جاودانی سے غافل ہو، اور دُور جا پڑے۔

اب آپ چہل اسرار کی مندرجۂ ذیل غزل کے معانی و مفاہیم پر
...ر کیجئے :-

(۱)

بر جانِ مستمنداں داغ زغم نہادند
کز سوز او دو عالم در حیرت او فتادند

(۲)

در پیر تو جلالش عالم جوئے نیرزد
پر ہر گدائے مفلس ایں در چرا کشادند

(۳)

بوی ز زلف آں مہ بگذشت ہر دو عالم
ذرات کون ازاں بو مست مئی وِ دادند
(غالباً حدیث کُنتُ کنزاً" کی طرف اشارہ ہے)

(۴)

چندیں ہزار بے دِل بر بوی آں سعادت
دِلہا نثار کردند جانہا بباد دادند

(۵)

مستاں حضرتش را آرام گہ بلا شد
باصد ہزار محنت بر باد دوست شادند

(۶)

قومیکہ بی بنر در نیلوئے زخاک ایں در
در راہ کشف و تحقیق آنہا کم از جمادند

(۷)

چون دیدہ آں ندارند تا روئی دوست بیند
از مادر طبیعت گوئی مگر نزادند

(۸)

سرگشتگان راہش ہر لحظہ اگر سوارند
ہرگز عنانِ ہمت در دست او ندارند

(۹)

شوریدگان عشقش بر چار سوئی غیرت
پیوستہ ہمچوں علائی با خویش در جہادند

چہل اسرار کی وجہ تسمیہ مشہور و معروف ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں علم تصوّف کے چالیس نکات اور اسرار و خزانے موجود ہیں۔ جیسا کہ ان غزلوں پہ غور کرنے سے واضح ہو گا۔

شاہانِ کشمیر پہ حضرت امیر کبیرؒ کی تعلیم کا اثر

قارئین کرام کو یاد ہو گا کہ ہم نے سابق اوراق میں واضح کر لیا تھا کہ جب حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے پہلی مرتبہ کشمیر کو اپنی تشریف آوری سے مزیّن فرمایا

تو اس وقت کشمیر کا بادشاہ سلطان شہاب الدین شہمیری تھا، یہ بادشاہ بھی آپ کا حلقہ بگوش ہوا، اور آپ کی نصایح پر عمل کرتا رہا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ شاہان کشمیر میں سے سلطان شہاب الدین کا زمانۂ اقتدار نہایت بلند اور بالشان تھا اس کے پاس پچاس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیدل فوج تھی۔ شہاب الدین نے نہ صرف کشمیر کی حدود کو مضبوط کیا بلکہ کشمیر کی مغربی سمت کو کابل تک اور پنجاب کی طرف سرہند سے آگے بڑھا۔ ادھر سے بادشاہ دہلی فیروز شاہ تغلق کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں سلطان شہاب الدین دہلی تک نہ پہنچ جائے۔ اس مقابلہ کے لیے آمادہ ہوا، مگر اس جنگ کرنا بھی کسی وجہ سے مناسب نہ سمجھا اور اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اگر کسی مفکر اور دانشمند کے ذریعے باہم مصالحت ہو جائے تو غنیمت ہے۔

حضرت امیر کبیرؒ بحیثیت ثالث

حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کشمیر سے حج بیت اللہ کے لئے ہندوستان کے راستے سے تشریف لے گئے۔ جب آپ دہلی پہنچے تو فیروز شاہ تغلق

سے ملاقات ہوئی تو آپؒ ہمکے نے شہاب الدینؒ اور فیروز شاہ تغلق کے درمیان مصالحت کروائی۔ اور آپؒ ہی نے فیروز شاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ سلطان شہاب الدینؒ کا علاقہ سرہند پنجاب تک رہے گا اور باقی حصہ ہندوستان بدستور فیروز شاہ تغلق کا راج ہوگا۔ چنانچہ دونوں بادشاہوں نے آپ کا فیصلہ تسلیم کر لیا۔ اسی طرح آپ ایک طرف سے حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ کی درویشی کا خیال رکھیئے اور دوسری طرف سے آپؒ کی سیاست و کیاست پر غور کیجیئے۔ جو کچھ اس وقت آپ نے کیا اب بھی بیدار مغز لوگ اس کی پیروی کر سکتے ہیں۔ یہ عظیم کام آپؒ نے گاؤ تکیوں پر بیٹھ کر نہیں کیا بلکہ اپنے وجود باوجود کو فقر حقیقی سے ہمکنار بنا کر کیا کچھ کم علم گمان کرتے ہیں کہ حضرت امیر کبیرؒ بھی معاذاللہ ان کی طرح قالین نشین تھے۔

حضرت امیر کبیرؒ اور سلطان قطب الدینؒ

جب حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ دوسری مرتبہ کشمیر میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت کشمیر میں سلطان قطب الدینؒ برادر سلطان شہاب الدینؒ شہید ہی حکومت کرتا تھا یہ عظیم المرتبہ اور نیک نژاد بادشاہ بھی آپؒ کی خدمت میں

حاضر ہوا اور آپؒ کے ارشادات و ہدایات پر عمل کرتا رہا۔

چونکہ کشمیر میں اسلام تازہ تازہ ہی پہنچا تھا۔ اس لئے اس ملک کے عوام و خواص بعض مشرکانہ مراسم ادا کرتے تھے۔

سلطان قطب الدین بھی بذات خود کالی شوری مندر پر روزانہ جاتا تھا اور وہاں جاکر رسوم جاہلیت انجام لاتا تھا۔ آپؒ کی نصیحت سے وہ اس حرکت سے باز آیا۔ اسی طرح سلطان قطب الدین کے عقد میں دو سگی بہنیں تھیں جو اسلامی احکام کے برخلاف ہے۔ حضرت میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے بادشاہ کو سمجھایا کہ یہ اسلامی تعلیم و قوانین کے برخلاف ہے، اس لئے ان دونوں میں سے ایک کو طلاق دیکر اپنے سے جدا کردو۔ چنانچہ بادشاہ نے آپؒ کی نصیحت پر بجان و دل عمل کیا، حضرت امیرؒ بھی بادشاہ پر خوش ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے تیار کی ہوئی کلاہ اس کو عطا کی۔ بادشاہ اور بادشاہ کی اولاد اجلاس علم اور مخصوص اوقات میں فخر کے طور پر اس کلاہِ مبارک کو اپنے تاج پر رکھتے تھے، سلطان فتح شاہ تک برابر اس دستور پر عمل ہوتا رہا۔ لیکن سلطان فتح شاہ شہیری نے اپنے آخری ایام میں وصیت کی کہ یہ کلاہ مبارک انکے کفن کے ساتھ قبر میں رکھی جائے تو بادشاہ کی وصیت پر

عمل کیا گیا۔ جب اس واقعہ کا علم شیخ المشایخ بابا اسماعیلؒ کے خلیفۂ خاص جناب فتح اللہ صاحب اور مولانا آنی شاگرد رشید حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ کو ہوا، تو انہوں نے اس پر افسوس کر کے فرمایا: کہ "سلطنت ازیں ہاں رفت" یعنی اب شہمیری خاندان سے حکومت جاتی رہی۔ ....

ہر فیض کہ در سابقہ ہر دو جہاں است
در سیر روی حضرت شاہ ہمدان است
شاہ ہمدان بلکہ شاہنشاہ جہاں است
اے خاک بر آں دیدہ کہ در ریب گماں است

8

حضرت میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

کے

وِصال، انتقالِ پُر ملال

تیسری بار جب حضرت میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے اعلیٰ قوانین کو ملک کشمیر میں رواج دینے اور ان کو عملی طور پر تشکیل دینے کے لئے جلوہ افروز ہوئے اور جا بجا مساجد، خانقاہیں اور تبلیغی مراکز کا قیام عمل میں لایا اور اپنے خلفائے اور مبلغین کو مختلف مقامات پر متعین کیا۔ تو سنہ ۷۸۶ھ کے آخر میں آپؒ کو پھر حرمین شریفین کی زیارت کا شوق ہوا۔ اور آپؒ مخصوص رفقاء کے ہمراہ پکھلی کے راستے سے کشمیر سے رخصت ہوئے

اور جب آپؒ یوسف زئی کے علاقہ گبر و سواد میں پہنچے تو غرہ ذی الحجہ ۷۸۶ھ سے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بدنِ مبارک میں کمزوری محسوس ہوئی۔ پانچ دن تک کچھ تناول نہ فرمایا۔ پانچویں دن شام کو خالص پانی کے چند گھونٹ نوش فرمائے ذی الحجہ مذکور کی چھٹی شب میں اپنے ساتھیوں کو وصیتیں اور نصیحتیں فرمانے لگے اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یا اللہ، یا رفیق، یا حبیب" پڑھتے ہوئے زبانی ندا "یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔" کی بشارت میں فضائے ملکوتی میں عالم لاہوت کی طرف آپؒ کی روحِ مقدس پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ سچ ہے کہ انبیائے کرامؑ کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت میر سید علی ہمدانیؒ جیسے بزرگ ہر وقت تھوڑے بہت کم پیدا ہوئے ہونگے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ علاقہ سواد و گبر میں کچھ لوگوں نے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بعض مسائل پر بحث کی جس کا انجام یہ ہوا کہ آپؒ کے مخالفین نے کھانے کے ساتھ آپؒ کو زہر دیا لیکن روایتی حیثیت سے "زہر کا واقعہ" درست نہیں

ہے کیونکہ وہ کس مُلا اور عالم کی طاقت تھی کہ وہ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بحر بیکراں سے بحث ومباحثہ یا مناظرہ کر سکتا۔

وفات کا جو واقعہ میں نے لکھا ہے وہ قاری محمد حسن صاحب گاڑہ یاری کی فارسی عبارت سے لیا ہے اور زہر کا واقعہ مختلف تاریخوں میں درج ہے اور اُن کی اشاعت مفتی محمد سعادت نے کی ہے۔ اور اگر زہر کا واقعہ صحیح ہو بھی تو سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو شہادت کا درجہ بھی عطا کیا ہے۔ جس سے آپؒ کی روحانی زندگی اور بھی زیادہ قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مرض الوفات میں وصیّت

جناب حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیّت کی تھی کہ مجھے اپنے اسلاف کرام کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ آپؒ انتقال کے بعد آپؒ کے رفقاء میں اختلاف ہوا۔ کوئی کہتا تھا کہ ہم کشمیر میں آپؒ کو دفن کریں گے۔ پکھلی والوں کی آرزو تھی کہ نعش مبارک

ان ہی حوالے کی جائے۔ حضرت میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیّت کی بنا پر آپؒ کے اہلِ ملک کی یہ خواہش تھی کہ آپؒ کا مزار کولاب میں ہی ہونا چاہیئے۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے آپؒ کے محرم خاص اور ملازم با اختصاص جناب شیخ قوام الدین بدخشی نے فرمایا کہ جس ملک کا باشندہ آپؒ کا تابوت مبارک اٹھا کے اسی ملک میں آپؒ دفن ہوں گے سب حاضرین نے یہ تسلیم کیا مگر کسی سے اٹھ نہ سکا۔ آخر کار جناب شیخ اقوام الدین بدخشی نے ہی آپؒ کا تابوت اٹھایا چھ ماہ کا راستہ طے کرتے ہوئے پانچ جمادی الآخر ۷۸۶ھ میں ختلان (کولاب) پہنچے، جہاں حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے آبائی مقبرہ میں سپردِ خاک کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی لاکھوں کروڑوں رحمتیں ہوں۔ اس مزارِ پُر انوار پر جہاں اس وقت آپؒ آسودہ اور آرام فرما ہیں:

سیادت پناہ آں امیرِ کبیر ۔۔۔ چو در باغِ جنت نہادہ سریر
حسن سالِ مولود عمر و وصال ۔۔۔ در ایں بیت گفتار ز طبع منیر

مفخرِ عارفاں شہ ہمداں ۔۔۔ کز دمش باغِ معرفت شگفت
مظہرِ نور کہ رویش را ۔۔۔ عاقبت از جہانیاں بنہفت
عقل تاریخ سالِ رحلت او ۔۔۔ سیدِ ما علی ثانی گفت

"اَللّٰهُمَّ احْشُرْنِیْ مَعَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ"

حضرت امیرِ کبیرؒ کا کشمیری لباس پر گہرا اثر!

مؤرخِ کشمیر حضرت مولانا مفتی محمد سعادت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

کشمیری لوگ ہندوستانیوں کے طرز پر چھوٹے کپڑے ، دو صدریاں یا تنگ پاجامے پہنتے تھے۔ سلطان قطب الدین نے سب سے پہلے حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے اشارہ پر اپنے لباس میں تبدیلی کی ، گھانچے چوغہ اور لمبا کرتہ پہننے لگا اور کشادہ پاجامے استعمال کرنے لگا۔ یہ لباس اس وقت ترکی میں مروجہ تھا۔ بادشاہ کی اتباع میں عوام خواص نے اپنے لباس میں تبدیلی کی۔

افسوس ہے کہ جس خطرہ کے پیشِ نظر حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کے لباس میں تبدیلی فرمائی تھی — آج چھ سو سال کے بعد کشمیری عوام مرد اور عورتیں اسی ہندوانہ لباس کو اپنانے لگے ہیں۔ کیا ہے کوئی اللہ کا بندہ ؟ جو ان لوگوں کو یہ بتائے کہ

اے اللہ کے بندو! تم کو حضرت امیر کبیر رحمتہ اللہ علیہ کے اعتقاد، عمل، تقویٰ، تہذیب، معاشرہ میں کوئی بھی مناسبت اور مشابہت نہیں ہے ؎

تۄہہ چھِوہ دِیان اَسہِ چھِیہ خاصہ
تَتِہ تۄہہ مۄہ کھیوہ ساسہ منزٕ اَکھ

(الیضاً ناعتیاً للغائدہ)

حضرت امیر کبیرؒ اور کشمیری تجارت میں فروغ

اس وقت کشمیر کی بڑی صنعت شال بافی ہے۔ اس زمانے میں اس (شال بافی) کا رواج کشمیر میں نہ تھا بلکہ اس کے موجد جناب حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ ہی ہیں۔ کہ جس وقت آپؒ تقریباً چھ ماہ تک لداخ میں قیام پذیر تھے تو وہاں سے واپسی پر آپؒ نے کچھ "پشم" بھی ساتھ لایا، اور یہاں اس کی صفائی کرکے کتوایا اور پھر اس کا ایک موزہ بُنوایا، یہ موزہ آپؒ نے بادشاہِ وقت سلطان قطب الدین کو پیش کیا بادشاہ نے اس کی نرمی، گرمی اور نزاکت دیکھ کر اس صنعت کو ترقی دی۔ چنانچہ بحمد اللہ اب تک "شال بافی" کشمیر کی

خاص صنعت ہے اور کشمیری باشندے اس سے کافی فائدہ اٹھا چکے ہیں اور اس وقت بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہم پہ ایک بڑا احسان ہے۔ کہ انہوں نے ہمکو اس فن اور تجارت سے جس سے نا آشنا تھے اس سے آشنا کیا۔

اب اس حقیر نذرانہ عقیدت کو اپنے محترم و مکرم دوست جناب مرحوم مولانا مفتی قوام الدین مفتی اعظم کشمیر کے ان ابیات پر ختم کرتا ہوں۔ جو ابیات مرحوم مفتی صاحب نے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت (جو گلزار امیر کبیر کے نام سے چھپی ہے) میں فرماتے ہیں:

۱

بحمد اللہ علی مانشان زاد — براہ حق زاذکار اوراد

بحمد اللہ علی ارنت بدر کامل

ہجیزدہ ہم مجاز اندر سلاسل

۲

ندراہ شیخ نجم الدین کبریٰ — ہدایاتش بسی روشن ہویدا

زِ دا احمد محمد مصطفیٰ بین

ہمہ اوقات زاد بتلقین

ہمہ داں ایں کمالات محمد — مؤید زاں علی ثانی مؤید
بحمد اللہ نہ او رادِ تقویٰ
کہ معنائی ہو اللہ حسبنا اللہ

امام العارفین دانش بدانید — بفرمانش ہمیشہ دست بستہ مانید
فرستاد جابجا نواب خود را
برائے نشر دین طلاب خود را

رسانیدند ہمہ جا کلمہ دین — بگوش انس و جان با حسن تلقین
بوفق مذہب نعمان سردار
ہدایات وانمود با حسن گفتار

شدند احناف مردم در ہمہ جا — بمذہب ائمہ اتباع کردند مولا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

معمولات اہلِ صفا

" فرائض و واجبات و سنن کے علاوہ چاہیئے کہ بعض عبادتوں اور اوراد و وظائف زبانی پر جو کہ صفائی قلب کے لئے ممد و معاون ہیں، مداومت کی جائے۔"

اعمال

نمازِ تہجّد : آخر شب میں کم سے کم دو رکعت اور زیادہ کے لئے کوئی مقدار نہیں ہے۔ البتّہ جناب محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارہ رکعت سے زیادہ منقول نہیں ہے، اگرچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان رکعتوں کو بہت زیادہ طویل فرمایا کرتے تھے۔ تا ایسا کہ ایک ایک رکعت ڈھائی ڈھائی پارہ قرآن حکیم اور اس سے زیادہ تک کی ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے

مشایخ نے بارہ۱۲ رکعت تہجّد کی اختیار فرمائی ہیں۔ تہجّد کی رکعتوں میں کسی سورۃ کی خصوصیّت نہیں ہے — حافظِ قرآن کے لئے بہتر یہی ہے کہ جس قدر ہو سکے قرآنِ پاک کے حصّے کو تہجّد میں پڑھا کرے۔ البتہ اگر غیر حافظِ قرآن پاک ایک پارہ یا دو پارہ یا اِس سے زائد یاد رکھتا ہو تو مناسب یہ ہے کہ وہ اُسی کو یا اُس کے کسی حصّہ کو پڑھا کرے اور اگر صرف چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد ہوں تو اس کے لئے مشایخ نے دو ترکیبیں سہل تر لکھی ہیں:

(۱) پہلی یہ ہے کہ اوّل رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ، "قُلْ ھُوَ اللّٰہ ...." بارہ۱۲ مرتبہ پڑھے۔

- دوسری رکعت میں (قُلْ ھُوَ اللّٰہ...) گیارہ مرتبہ،
- تیسری رکعت میں دس مرتبہ،
- چوتھی رکعت میں نو۹ مرتبہ،
- .... اسی طرح ہر ایک رکعت ایک دفعہ (قُلْ ھُوَ اللّٰہ) گھٹاتے رہیں۔ یہاں تک کہ بارھویں رکعت میں صرف ایک دفعہ "قُلْ ھُوَ اللّٰہ.... الخ" پڑھی جائے گی۔

ہر دو۲ رکعت کے بعد سلام پھیرتے رہیں اور اگر جی چاہے تو چار۴ چار۴ رکعت کی نیّت باندھیں اور چار رکعت کے بعد سلام پھیریں۔

(۲)۔ دوسری یہ کہ تہجّد کی ہر رکعت میں بعد از سورۂ فاتحہ تین مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ ..... الخ" پڑھیں۔ اسی طرح بارہ رکعتیں تہجّد کے پڑھی جا سکتی ہیں۔

تہجّد کی نماز آخر رات میں افضل ہے، مگر آدھی رات سے پہلے بھی ہو سکتی ہے۔ اور اگر کسی کو یہ ڈر ہو کہ آخر رات میں اس کی آنکھ نہ کھلے گی تو وہ عشاء کے بعد سوتے وقت تہجّد پڑھ لے۔

نمازِ اشراق : آفتاب طلوع ہونے کے بعد جب کہ بقدر ایک قامت یا دو قامت اونچا ہو جائے تو کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ چھ رکعت نمازِ اشراق پڑھی جائیں۔ اس میں کسی سورۃ کی تخصیص نہیں ہے۔

نمازِ ضحیٰ یا چاشت : جب آفتاب پورب کی طرف اتنا اونچا ہو جائے جتنا ظہر کے وقت میں پچھم کی طرف ہوتا ہے۔ اس وقت یہ نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ انہیں کو "نمازِ چاشت اور صلوٰۃ الضحیٰ" کہتے ہیں اور یہی "صلوٰۃ الاوابین" ہے جس کا تذکرہ خاص فضیلت کے ساتھ احادیث مبارکہ میں آیا ہے۔ اب غلطی سے مغرب کے بعد کی نوافل کو صلوٰۃ الاوّابین کہنے لگے۔ یہ کم سے کم چار

اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں۔

نمازِ فئ الزوال : اس نماز کو "صلوٰۃ الزوال" بھی کہتے ہیں۔ آفتاب کے ڈھل جانے کے بعد چار رکعتیں خواہ دو سلام سے (یعنی دو دو رکعت) یا ایک سلام سے (یعنی چار رکعت ملی ہوئی) پڑھیں۔

نوافلِ مغرب : اس نماز کو عام لوگ صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں۔ کم سے کم چھ رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں۔

نوافلِ عصر : عصر کے فرض سے پہلے چار رکعتیں ہیں۔

نوافلِ عشاء : نماز عشاء کے فرض سے پہلے چار رکعتیں ہیں۔

صلوٰۃ التسبیح : اگر فراغت ہو تو ہر جمعۃ المبارک میں ایک بار پڑھی جائے۔ ورنہ ہر مہینے میں یا ہر سال میں اور کم از کم عمر بھر میں ایک مرتبہ اس کو چھوڑنا نہ چاہیئے۔

ایامِ بیض کے روزے : ان نوافل نمازوں کے علاوہ نوافل روزے بھی بہت زیادہ مفید اور کارآمد ہیں ان میں سے ایّامِ بیض یعنی ہر ہجری مہینہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھا جاتا ہے۔

روزہ جمعرات اور دو شنبہ : ہر ہفتہ میں جمعرات اور دوشنبہ کو بھی روزہ نفلی رکھا جائے۔

روزہ شش عید : شوال کے مہینے میں عید کے دن کے بعد چھ روزے رکھے جائیں۔

روزہ ذی الحجہ : ذی الحجہ کے مہینہ میں اوّل کے نو دن تک متواتر روزے رکھے جائیں، اور اگر اتنی ہمت نہ ہو تو کم سے کم عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ ہرگز ترک نہ کیا جائے حج کرنے والے شخص کو اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے تاکہ افعالِ حج میں کوتاہی نہ ہو۔

بعد نمازِ فجر : سُبْحَانَ اللّٰہِ سو مرتبہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سو مرتبہ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سو مرتبہ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ سو مرتبہ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ

الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْہِ سَو مرتبہ اور درود شریف
بہ ذاتِ مقدس حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بِعَدَدِ
كُلِّ شَيْءٍ مَّعْلُوْمٍ لَّكَ" سو مرتبہ پڑھا کریں۔

حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز درود شریف کے
کلمات ذیل کو زیادہ پسند فرماتے تھے، جو اس طرح ہے:
"اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ كَمَا
تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى"
اس لئے ان دونوں درودوں میں سے جو آسان ہو
پڑھا کریں۔ میرے نزدیک بھی بہتر دوسرا ہے
اور اسی طرح مغرب کے نماز کے بعد بھی ان چھ تسبیحوں
کو پڑھا کریں۔ اور
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ
ایک سو مرتبہ، اور "يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اَنْتَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُحْيِيَ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ
.... اور اگر فرصت ہو،
تو "دلائل الخیرات" کی ایک منزل بھی روزانہ پڑھ لیا کریں
.... ایک سو ایک مرتبہ "يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ " اوّل اور آخر درودِ شریف گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھا کریں۔ اور ہر نماز کے بعد:

(۱) سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ

(۳) اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ

اور ایک مرتبہ:

" لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ هُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ " پڑھیں۔

(ملخص از کتب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

تکمیلِ کتاب

"اس جگہ جبکہ ہم حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالاتِ طیبہ کی تحریر سے فراغت پا چکے ہیں، تو نہایت موزوں ہوگا کہ ہم اس کی تکمیل آپ کے فرزند دلبند جناب سید میر محمد ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپکے رفیقوں کے مختصر ذکر خیر سے اپنے قارئین کرام کو محظوظ کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہم حضرت میر محمد ہمدانی رح کی حیات مقدسہ کا ایک حصہ عزیزی ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری سلمہ اللہ و بارک فی عمرہ کی کتاب (کشمیر میں اسلام کی اشاعت) سے پوری شکریہ کیساتھ نقل کرتے ہیں۔" حاصل اً (مؤلف)

میر سید محمد ہمدانی رح کے ہمسفر مبلغین

حضرت میر سید محمد ہمدانی رح بھی تنہا وارد کشمیر نہیں ہوئے ان کے ساتھ بھی وسط ایشیاء کے شیوخ و اکابر کی ایک بڑی جماعت تھی۔ ان میں صوفیاء اور مبلغین کے علاوہ جلیل القدر علماء بھی شامل تھے بعض متعصب اہل قلم نے ان سب بزرگوں کو میر محمد ہمدانی رح کے رفقاء میں شامل کیا ہے اور اس طرح یہاں جو انہوں نے انقلاب لایا تھا کا ذمہ دار وہ میر محمد ہمدانی رح کو ٹھہراتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل میں سلطان سکندر کی عالی ظرفی کا شہرہ دُور دُور تک پھیلا تھا جس کی وجہ سے وہ اور اس کیا خوبصورت ملک غیر ملکیوں

کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ دوسری طرف تیمور نے اسی زمانے میں بہت سے اسلامی ممالک کو میدانِ کارزار بنایا تھا جس نے بہت سے لوگوں کو ترکِ وطن پر مجبور کیا تھا۔ ان تارکینِ وطن میں سے بڑی تعداد کشمیر داخل ہوئی جو اس وقت مسلمانوں کی نوزائیدہ مگر پُرامن اور خوشحال مملکت کی صورت میں جریدۂ عالم پر نمودار ہوئی تھی۔ غرض ان سارے متوطنین کا قائد حضرت میر سیّد محمد ہمدانی رح کو ٹھہرانا ہرگز درست نہیں ہے۔

میر سیّد محمد ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر چلکر اپنے رفقاء کو صرف تبلیغ اور اشاعتِ اسلام پر مامور کیا اور انہیں مختلف مقامات کے باشندوں کو تربیت و اصلاح کی خدمت تفویض کی۔ انہوں نے نہایت انہماک کیساتھ یہ خدمت سرانجام دی، اس سے حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رح کے مشن میں سرعت اور مضبوطی واقع ہوئی۔ چنانچہ بہت جلد کشمیر کا چپہ چپہ تکبیر اور تہلیل سے گونجا۔ یہاں ہم میر سیّد محمد ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے چند سر برآوردہ رفقاء کے نام اور مقامِ اقامت درج کرتے ہیں۔[1]

لہ: ان بزرگوں کے نہایت مختصر حالات ملتے ہیں۔ اہلِ ذوق تاریخ سیّد علی، تاریخ اعظمی، تاریخ خوارق السالکین (معروف بہ تاریخ ہادی و فتوحات کبرویہ) ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

۱۔ ابا محمد مدنیؒ .... نوشہر ، ۲۔ سید محمد حصاریؒ .... سکندر پورہ

۳۔ سید علی اکبرؒ .... تاشون ، ۴۔ سید محمد کرمانیؒ .... تاشون

۵۔ سید محمد زندہ پوشؒ .... مزار سلاطین ،

۶۔ سید حاجی محمدؒ .... رعناواری ، ۷۔ سید نورالدینؒ .... رعناواری

۸۔ سید محمدؒ .... رعناواری ،

۹۔ سید محمد اصفہانی معروف بہ سید جانباز ولیؒ .... بارہمولہ

۱۰۔ سید محمد افضلؒ .... نوشہرہ ، ۱۱۔ سید خلیل عزیزیؒ .... صدرہ بل

۱۲۔ سید کمالؒ .... نالہ کھٹے ، ۱۳۔ سید محمد علی پوشؒ .... کمہ کدل

۱۴۔ سید محمد قریشیؒ .... بیجبہاڑہ (اسلام آباد)

۱۵۔ سید عبداللہؒ .... " "

۱۶۔ سید محمد مرادؒ .... " "

۱۷۔ سید کمالؒ .... متصل مسجد سدرہ بل

۱۸۔ سید حبیب اللہ عزیزیؒ .... نوشہرہ

۱۹۔ سید علاؤ الدین فرزند سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشتؒ .... سکندر پورہ

۲۰۔ سید زیرک معروف بہ سید ضیاء الدینؒ .... کانڈہ ہامہ

۲۱۔ سید نورالدینؒ (خواہر زادہ سید حسین سامانیؒ) .... زینہ کدل

۲۲۔ سید فخر الدینؒ .... نیپورہ

۲۳۔ سید عبداللہؒ .... اندرواری

۲۴۔ سید محمد نورستانیؒ .... حوالی جامع مسجد سرینگر

٣٥ - سید محمد خاوریؒ .... فتح کدل

٣٦ - سید احمد سامانیؒ .... ,,

٣٧ - سید علی اکبرؒ .... سوہٹر مسجد (سید علی اکبر)

٣٨ - سید قطب الدینؒ .... قطب الدین پورہ

.... وغیرہم (رحمہم اللہ اجمعین)

ذی الحجہ : ١٤٠٦ھ

اگست : ١٩٨٦ء

ایڈیشن : سوم

تعداد : ایک ہزار

مقام اشاعت : بخاری منزل عیدگاہ سرینگر